دو عظیم شخصیتیں

صدر الافاضل

سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

حکیم الامت

مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ

محمد اسرار الحق مصباحی

ناشر

مجلس اصحاب قلم

نوری مسجد B-1/7 تلجلا روڈ، کولکاتا - 46

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلِ سنت و جماعت کی

دو عظیم شخصیتیں

صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ
حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ

مؤلف

محمد اسرار الحق مصباحی

ناشر: مجلسِ اصحابِ قلم، نوری مسجد ۷/۱، بی تلجلا روڈ، کولکاتا-۴۶

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: دو عظیم شخصیتیں

مؤلف: محمد اسرار الحق مصباحی

حرف تقریظ: حضرت مفتی محمد رحمت علی مصباحی تیغی قادری،
بانی سربراہ جامعہ عبداللہ بن مسعود
و دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا

تصحیح و نظر ثانی: مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

پروف ریڈنگ: مولانا محمد شاہد القادری مصباحی
محمد عمر فاروق مصباحی، محمد انتخاب علی

کمپوزنگ: غلام نبی مصباحی

تزئین کار: مہتاب پیامی (پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارکپور)

سن اشاعت: ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء

بموقع: ۴۰؍واں عرس حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ و جشن دستار فضیلت
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ/مطابق ۲۲؍مارچ ۲۰۱۵ء

ناشر: **مجلس اصحاب قلم، نوری مسجد، ۷؍رابی تلجلا روڈ، کولکاتا - ۷۰۰۰۴۶**

----(ملنے کے پتے)----

- اسلامک لائبریری جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، ۷؍رابی تلجلا روڈ، کولکاتا ۷۰۰۰۴۶
- جامعہ عبداللہ بن مسعود، ۹۲؍ویسٹ چوباگا، (اے/۱۵ گلشن کالونی) کولکاتا ۷۰۰۱۰۰
- دارالعلوم قادریہ معتبریہ، بشرام پور، امام گنج، ضلع گیا (بہار)
- مدرسہ علیمیہ انوار العلوم سرکاہی شریف، ضلع مظفر پور (بہار)
- خانقاہ قادری، کولن اسٹریٹ، کولکاتا ۷۰۰۰۱۶
- مدرسہ قادریہ شمس العلوم، چچڑا، مدناپور، (ویسٹ بنگال)

کتاب ایک نظر میں

تہدیہ

جلالۃ العلم ابوالفیض حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرآدابادی علیہ الرحمۃ
بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
و محبوب الاولیا، شیخ المشائخ، الحاج الشاہ محمد تیغ علی سرکار سرکاہی علیہ الرحمۃ
و جملہ مشائخ سلاسل اربعہ اور اکابر علماے اہل سنت و جماعت کے نام
جنھوں نے دین اسلام کی آبیاری اور ترویج و اشاعت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔

شرف انتساب

میں اپنی اس پہلی کاوش کو اپنے والد محترم جناب عبدالقیوم تیغی
اور والدہ محترمہ نسیمہ خاتون، اور اپنے تمام اساتذۂ کرام کے نام سے منسوب کرتا ہوں
جن کے خصوصی دعاؤں اور توجہات کے سبب، مَیں کسی لائق بنا۔
گر قبول افتد زہے عزو شرف

خاک پاے اولیا
محمد اسرارالحق مصباحی
گوریا شریف ضلع مظفر پور (بہار)
Mob:09198560440
E-mail: mdasrarmisbahi92@gmail.com

حرف اوّلین

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے ہیں، جس نے لفظ کن سے کائنات کو وجود بخشا، اور درود و سلام کی ڈالیاں نچھاور ہوں اس کے محبوب دانائے غیوب ﷺ پر اور ان کی آل واصحاب اور تمام مومنین پر۔

۴۰/واں عرس عزیزی کے پر بہار موقع اور دستار فضیلت کی خوشی میں صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی و حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہما الرحمۃ والرضوان کے مختصر حالات وخدمات پر میں نے روشنی ڈالنے کی ناتواں کوشش کی ہے اور قوم مسلم کو ایک تحفہ کی شکل میں اسے پیش کیا ہے۔

چوں کہ تحریر ایک مؤثر ترین ذریعۂ ابلاغ، نہایت مضبوط و مستحکم اور دیرپا چیز ہے کہ جو بھی حالات وواقعات ضبط تحریر میں آجاتے ہیں برسوں محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں، اس لیے استاذ محترم مفتی محمد رحمت علی مصباحی (بانی و سربراہ: جامعہ عبداللہ بن مسعود و دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا) نے ان دونوں بزرگوں کی خدمات کو یکجا کرنے اور رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کے لیے مجھے آمادہ کیا اور فرمایا:

"صدر الافاضل و حکیم الامت کے احسانات اہل سنت وجماعت پر بے شمار ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی خدمات سے روشناس کرایا جائے اور مذہب اہل سنت کی ترویج واشاعت کی خاطر ان دونوں نے جن مصائب وآلام کا سامنا کیا ہے ان سے لوگوں کو باخبر کیا جائے۔ اس کے لیے عمدہ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ چند صفحات پر ان کی مختصر سوانح لکھ کر شائع کیا جائے، کیوں کہ لوگوں کو ضخیم اور قیمتی کتابیں خریدنے اور پڑھنے میں پریشانی ہوتی ہے نہ کہ ایک رسالہ اور چھوٹی کتاب حاصل کرنے اور پڑھنے میں۔ اس لیے دستار فضیلت کے موقع سے صدر الافاضل

و حکیم الامت کے حالات و خدمات پر کچھ کام ہو جائے تو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔"

اسی مقصد کے پیش نظر میں نے یہ رسالہ ترتیب دیا اور حضرت کے حکم کی بجا آوری کی۔
یہ رسالہ میری پہلی کاوش ہے اور مجھے اس قابل بنانے میں جن لوگوں کا اہم کردار رہا ہے وہ یہ ہیں:

❖ میرے والدین کریمین، جنھوں نے مجھے عالم دین بنانے کے لیے مدارس اسلامیہ کے حوالہ کیا، ہر طرح کی سہولیات فراہم کیں اور اپنے مستجاب دعاؤں میں ہمیشہ میرا خیال رکھا۔

❖ میرے اساتذۂ کرام، جنھوں نے مجھے منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے بڑی جد و جہد اور جاں فشانی سے کام لیا اور میرے خالی دامن کو علم و حکمت کے لازوال نعمتوں سے بھر دیا۔

❖ پیر طریقت رہبر شریعت صوفی عبد الغفار صاحب قبلہ مد ظلہ العالی، جنھوں نے ہمیشہ مجھے اپنی بیش قیمت نصیحتوں، مشوروں اور دعاؤں سے نوازا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ایسے موقع پر ان کرم فرما اور خیر خواہ حضرات کا ذکر نہ کروں جنھوں نے اس قلمی سفر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میرا بھرپور تعاون کیا۔

سب سے پہلے میں اپنے پیر و مرشد مفتی محمد رحمت علی مصباحی مد ظلہ العالی کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کتاب کے وجود خارجی کا ایک بڑا مرحلہ یعنی موضوع کا انتخاب فرما کر ہمارا آدھا سفر آسان کر دیا، اور اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ایک مختصر اور جامع تقریظ تحریر فرما کر اس کتاب کی اہمیت کو دوبالہ کر دیا۔

ثانیاً میں استاذ گرامی مولانا اختر حسین فیضی مصباحی کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے میری گزارش پر اس کتاب کو اپنی خصوصی توجہ سے کامل طور پر مزین کرنے میں میری مدد فرمائی۔ نیز انھوں نے اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر اس کتاب کو از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا اور بیش قیمت اصلاحات فرما کر قابل استفادہ بنایا۔

اس مبارک موقع پر پیر طریقت حضرت علامہ مفتی حامد القادری مصباحی، (سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ، تھتیاں شریف مظفر پور)، کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جنھوں نے اس کتاب کو ملاحظہ فرمایا اور گراں قدر تقدیم عنایت فرما کر میرا حوصلہ بڑھایا۔

میں اپنے مشفق و مہربان استاذ مفتی محمد نسیم مصباحی کا بھی ممنون و مشکور ہوں کہ انھوں نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا اور کلمات تحسین و تبریک سے نواز کر میری ہمت افزائی کی۔

ساتھ ہی میں اپنے ان رفقا و ساتھیوں کا تہ دل سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ وغیرہ جیسے مشکل کام کو آسان کیا اور وقفہ بوقفہ میرے عزم و حوصلہ کو تقویت پہنچایا۔ خصوصًا حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی (نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور) مولانا شاہد القادری مصباحی، مولانا حسان رضا مصباحی، مولانا غلام نبی مصباحی، مولانا عمر فاروق مصباحی، مولانا محمد فصیح الرحمٰن مصباحی، مولانا اشتیاق عالم مصباحی (بھاگل پور)، مولانا و قاری آزاد عالم مصباحی، مولانا ندیم سرور مصباحی، مولانا غلام سرور مصباحی، محمد انتخاب علی سلمہ، محمد منظر حسین سلمہ اور مولانا محمد حشمت علی (نیپال)۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دنیا و آخرت میں کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور علم نافع و اجر عظیم عطا فرمائے۔ اس کتاب کو عوام و خواص کے لیے نفع بخش، اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے اور میرے تمام اعزہ و اقربا پر فضل و کرم کی بارشیں برسائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

گدائے حافظ ملت

محمد اسرار الحق مصباحی (مظفر پور)

متعلّم: درجہ فضیلت جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۰/ مارچ ۲۰۱۵ء

اعتذار

رسالہ کی ترتیب و طباعت کی صحت میں بھرپور کوشش کی گئی ہے پھر بھی بتقاضائے بشریت غلطی اور خطا تو ممکن ہے۔ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو برائے کرم فقیر کو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے۔ **محمد اسرار الحق مصباحی**

حرف تقریظ

حضرت علامہ مفتی **محمد رحمت علی** تیغی مصباحی
بانی و سربراہ: جامعہ عبد اللہ بن مسعود و دار العلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ماضی بعید کے بنسبت ماضی قریب اور عصر موجود میں پڑھے لکھے اور پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تصنیف و تالیف کے ساتھ تبلیغ واشاعت سنیت اور مناظرہ کے میدان میں دھوم مچانے والی دو اہم شخصیتیں یعنی صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور مناظر اسلام مفتی باکمال فقیہ بے مثال حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں اشرفی بدایونی علیہما الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر آج تک کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہو پایا، جب کہ بحمدہ تعالیٰ وبعنایت نبیہ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ماضی قریب میں زمانے کی اہم شخصیتوں پر خوب خوب کام ہوا ہے مثلاً شارح بخاری، فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کے احوال وآثار، افکار وخیالات، اوصاف وکمالات، علمی افادات، دینی وتبلیغی کارناموں پر مشتمل ملک وبیرون ملک کے نامور اور مشاہیر قلم کار، ارباب علم اور اصحاب دانش کے گراں قدر تاثرات ومقالات کا مجموعہ "معارف شارح بخاری" مرتبہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی سابق پرنسپل جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، رئیس القلم علامہ مولانا یٰس اختر مصباحی، حضرت مولانا حافظ عبد الحق رضوی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ اور فخر صحافت حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ باہتمام دائرۃ البرکات، گھوسی اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم شہزادۂ مفسر

اعظم ہند قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی رضوی ازہری دامت برکاتہم القدسیہ پر مولانا شاہد القادری چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی، کولکاتا، کا عظیم شاہ کار مجلہ بنام "تجلیات تاج الشریعہ" کا اجرا۔ یونہی بحر العلوم علیہ الرحمۃ پر شاہکار "بحر العلوم نمبر" کی اشاعت اور اسی طرح سے "جہان مفتی اعظم اور جہان ملک العلما" کی اشاعت بہت ہی مبارک بادی اور تحسین کا کام ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح کا یادگار اور قابل اعتنا کام حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ اور حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ پر کیا جائے اور بہتر اور مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ ان اہم شخصیتوں پر جگہ جگہ سیمینار کا انعقاد ہو اور ان کی حیات طیبہ، خدمات جلیلہ اور تصنیفات دقیقہ کے گوشوں کو اجاگر کیا جائے اور خواص کے ساتھ عوام میں ان کی شخصیتوں کو متعارف کرایا جائے۔ اسی سلسلہ کی ایک چھوٹی سی کڑی عزیزی مولانا اسرار الحق مصباحی سلمہ الرحمٰن کی یہ کاوش ہے، جسے انھوں نے فقیر راقم الحروف کے مشورہ پر اپنی دستار فضیلت کے موقع سے ایک رسالہ بنام "دو عظیم شخصیتیں" شائع کیا ہے۔

مولانا موصوف نے اس میں مذکورہ دونوں محسنین اہل سنت کے سوانح اور خدمات کو اختصار کے ساتھ قلم بند فرمایا ہے اور ان حضرات سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو یہی ان کے لیے اور میرے لیے کونین کی سعادت مندی کا ذریعہ ہو جائے گا۔ خدائے پاک جلّ جلالہٗ قبول فرمائے اور دونوں بزرگوں کی روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور توفیق دے کہ آئندہ ان دونوں حضرات پر ان کے شایانِ شان کام کریں۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ افضل السلام و اکمل الصلوٰۃ

فقط:

محمد رحمت علی تیغی قادری مصباحی

خادم: جامعہ عبداللہ بن مسعود

و دار العلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا

۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ / ۷ر مارچ ۲۰۱۵ء

کلمات خیر

حضرت علامہ مفتی **محمد نسیم** مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

ماضی قریب کے بزرگوں میں حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اور آپ کے شاگرد رشید حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ اپنے تبحر علمی اور تدریسی و تصنیفی خدمات، بد عقیدوں سے مناظرے، اسلام وسنیت کی تبلیغ اور گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے ممتاز نظر آرہے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کے مختصر حالات **"دو عظیم شخصیتیں"** کے نام سے عزیز اسعد مولانا محمد اسرار الحق سلمہ الرحمٰن نے بڑی محنت کے ساتھ قلم بند کیا ہے اور اسے اپنی دستار فضیلت کے موقع پر شائع کر رہے ہیں۔ عزیز موصوف نے جماعت رابعہ سے فضیلت تک جامعہ اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی ہے۔ یہ انتہائی نیک اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انھیں مزید تصنیف و تالیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد نسیم
خادم الافتا والتدریس
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
۱۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۰ / مارچ ۲۰۱۵ء

تقدیم

پیر طریقت حضرت علامہ مفتی **حامد القادری** مصباحی مدظلہ العالی
سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ تھتیاں شریف، مظفر پور (بہار)

یہ جان کر بے حد قلبی مسرت وروحانی انبساط ہوا کہ حسب روایت سابقہ امسال ۱۴۳۶ھ میں بھی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے سند فضیلت واعزاز فراغت حاصل کرنے والے طلبہ بموقع عرس مقدس استاذی الکریم حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ایک تاریخی صحیفہ شائع کررہے ہیں اور اسلاف شناسی کے میدان میں گوئے مسابقت لے جانے کی سعی مشکور کررہے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب مکرم سید عالم ﷺ کے طفیل ان تمام قابل قدر وعزت طلبہ کو ان کی خدمت قبول فرماکر بھرپور صلہ مرحمت فرمائے اور اسی طرح خدمت لوح وقلم میں زندگی کے تمام لمحات صرف کرنے کا حوصلہ وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین

زیر مطالعہ رسالہ **"دو عظیم شخصیتیں"** میں دین وسنیت کا سچا درد رکھنے والے اور زبان وقلم سے احقاق حق وابطال باطل میں اپنی علمی وعملی صلاحیتیں خرچ کردینے والے جن دو نابغۂ روزگار شخصیتوں کا تعارف شامل ہے وہ دونوں بزرگ واقعی اس کے حق دار ہیں کہ ان کی کاوشات فکری اور خدمات دینی کو لوگوں کے سامنے پیش کرکے ان کو سدھرنے اور سنورنے کا ایک آئینہ ان کے روبرو کردیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ سدھرنا اور سنورنا اس کی قسمت میں ہے جسے قسّام ازل عزوجل نے بلال حبشی، صہیب رومی اور سلمان فارسی کی نگاہ عطا فرمائی ہے، ورنہ ابوجہل وابولہب، عتبہ وشیبہ رات دن خاص حرم کعبہ میں محبوب رب العالمین حضور سید المرسلین ﷺ کو دیکھا کرتے، سنا کرتے تھے۔ مگر نہ ان کا ظاہر سنور سکا اور نہ ان کا باطن سدھر سکا۔ ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

پیش نظر کتاب میں جن دو بزرگوں کا ذکر خیر شامل ہے اتفاق سے ان دونوں کے درمیان استاذی وشاگردی کا گہرا رشتہ ہے۔ حضرت صدر الافاضل بدر الاماثل علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین بن حضرت مولانا محمد معین الدین مرادآبادی علیہما الرحمۃ والرضوان المتولد ۱۳۰۰ھ المتوفی ۱۳۶۷ھ کو عظمت استاذی حاصل ہے تو حضرت حکیم

الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی بن حضرت مولانا محمد یار خاں علیہما الرحمۃ والرضوان کو شرف شاگردی میسر ہے ۔اول الذکر کو اگر امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بلاواسطہ کسب فیض کا زریں موقع ملا تو موئخر الذکر بھی اپنے استاذ کریم کے توسط سے سیدنا اعلیٰ حضرت کے دریائے علم وفن میں خوب خوب غواصی کا وقت میسر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں حضرات نے دینی وعلمی خدمات میں تقریباً ایک ہی طرح کی مثال قائم فرمائی جس کی قدر تفصیل ذیل کی سطور میں بیان کی جاتی ہے:

حضرت صدر الافاضل کے کارہائے نمایاں:

(۱) **خدمت قرآن کریم:** اس سلسلہ میں خزائن العرفان اور نعیم البیان فی تفسیر القرآن کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں خدمات کی روشنی میں اہل توفیق کے لیے اپنے ایمان ویقین کو جلا بخشنے کا بھرپور سامان ملتا ہے۔ بے توفیقوں نے قرآن پاک کا حوالہ دیکر جو گمراہیاں پھیلائی ہیں ان کا ان دونوں تفسیروں سے مکمل قلع قمع ہو جاتا ہے۔

فقیر تیغی نے دس سال پہلے کلکتہ سے "مسائل خزائن العرفان" کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی، جس کا مقصد قرآنی عقائد ومسائل سے عوام الناس کو روشناس کرانا تھا۔

(۲) **فتاویٰ صدر الفاضل:** لوگوں کے استفتا کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا گیا ہے۔

(۳) **مناظرہ:** حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے وقت سے ہی مناظرہ کا آغاز ہوا اور اب تک مسلسل مناظرے ہوتے آرہے ہیں۔ مناظرہ برتری کے حصول کی نیت سے نہیں بلکہ اظہار حق اور محق باطل کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت واضح ہے کہ مناظرۂ ربانی میں ابلیس کو ذلت کے ساتھ باہر کا راستہ دکھا دیا گیا حضرت صدر الفاضل نے عیسائیوں، روافض، خوارج، آریائیوں، قادیانیوں، وہابیوں، غیر مقلدین اور منکرین حدیث سے مناظرے کیے اور سنت الٰہیہ کے مطابق ہر موقع پر باطل کو راہ فرار اور ذلت شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

(۴) **تصنیف وتالیف:** اس میدان میں بھی دنیا کو حضرت صدر الافاضل کی عظمت تسلیم کرنی پڑی۔

(۵) **درس وتدریس:** گوناگوں مشاغل کے ساتھ زندگی کے آخری لمحہ تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ملک وملت کو بڑے بڑے صاحبان فضل وجمال اور ارباب تدبیر ودانش علما کی ٹیم عطا فرمائی۔

حضرت حکیم الامت کے کارہائے نمایاں:

تفسیر نعیمی اور نور العرفان کے ذریعہ اہل باطل کے لیے شب خوں مارنے کے سارے دروازے بند کر دیے گئے اور دین کا نام لے کر جتنی بددینی پھیلانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے اس پر مکمل طور پر قدغن لگانے کی پر

خلوص سعی کی گئی ہے۔

فقیر تبعی حامد القادری نے "نور العرفان" سے کسب فیض کرتے ہوے "تجلیات نور العرفان" کے نام سے حال ہی میں ایک کتاب شائع کرکے حضرت حکیم الامت کے علمی فیضان کو عام کرنے کی کوشش کی ہے۔

فتاویٰ نعیمیہ میں حضرت مفتی صاحب نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے در پیش مسائل کا قرآن وحدیث کے حوالہ سے نہایت مستند و معتبر جواب دیا ہے۔حضرت حکیم الامت نے بھی متعدّد مناظرے کیے جن میں ہمیشہ آپ کو فتح وغلبہ نصیب ہوا۔ پیلی بھیت میں آریا پنڈت راؤبرہم چاری سے مناظرہ کیا،امرتسر میں ثناءاللہ غیر مقلد سے مقابلہ کیا، مرزائی خادم چیمہ وکیل سے مناظرہ کیا، دیوبندی عبدالرحمٰن سے مناظرہ کیا، اس کے شاگرد عنایت اللہ شاہ بخاری سے مناظرہ کیا اور الحمدللہ ہر جگہ مفتی صاحب نے حق کو روشن اور باطل کو روسیاہ ثابت کردیا اور تمام شکست خردہ مناظرین سے سند مغلوبیت اور قرطاس شکست خردگی لکھوالیا۔

حضرت مفتی صاحب نے بھی زندگی بھر تصنیفی و تالیفی کارنامے انجام دے کر اسلامیات میں قیمتی اثاثے کا اضافہ فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب نے بھی فراغت کے بعد جو درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو عمر گراں مایا کی آخری سانس تک اس مشغلۂ دینی کو جاری رکھا۔

مذکورہ بالا ایک جیسے کارناموں کے علاوہ شعر وشاعری اور دینی درس گاہوں کا قیام بھی قدر مشترک کے طور دونوں بزرگوں کے یہاں پایا جاتا ہے۔اور دونوں بزرگوں کے بارے میں یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے ۔

وہ اکیلے ہی چلے تھے جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

خاتمۂ تحریر سے پہلے میں تمام فارغین اشرفیہ سے بصد احترام وخلوص گزارش کرتا ہوں کہ وہ "پدرم سلطان بود" کہہ کر اپنی ذہنی آسودگی کا سامان فراہم نہ کریں، بلکہ ان شہنشاہان علم وعمل کے نقوش پا کو رہنما بنا کر میدان علم وعمل میں وہ مقام پیدا کریں کہ بعد میں آنے والی نسلیں ان سے کسب ضیا کریں۔ میری نیک خواہشات اور پر خلوص دعائیں ان تمام حضرات کے ساتھ ہیں۔

حامد القادری مصباحی
خانقاہ قادری تھتیاں شریف ضلع مظفرپور
Mob:9853603345

صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ

(ولادت:۱۳۰۰ھ-وفات:۱۳۶۷ھ)

پروردگار عالم نے اپنے دین کی حفاظت وصیانت کے لیے بے شمار علماو مفکرین پیدا کیے، جو اپنی خداداد صلاحیتوں اور ہمت مردانہ کے بل بوتے پر مسلک حق اور دین حنفیت کی خدمت کرتے رہے اور اپنی عمدہ قیادت اور آفاقی فکر سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو جلا اور ایمانی قوت کو تازگی بخشتے رہے، انہیں عظیم شخصیتوں میں صدر الافاضل بدر الاماثل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم گرامی سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

آپ کے آبا و اجداد ایران کے شہر ''مشہد'' کے باشندے تھے۔ عہد عالم گیری میں ہندوستان تشریف لائے اور بڑے ممتاز منصبوں اور عہدوں پر فائز ہوئے اورنگ زیب عالم گیر نے آپ کے آباو اجداد کو نہ صرف اعجاز واکرام سے نوازا بلکہ بڑی بڑی جاگیریں بھی عطاکیں۔ یہ مبارک خاندان علم وفضل کے انوار و تجلیات سے ہمیشہ منور رہا۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ر صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دوشنبہ ایک دین دار اور علمی گھرانے میں ہوئی تاریخی نام ''غلام مصطفیٰ'' (۱۳۰۰ھ) تجویز ہوا۔

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد معین الدین ہے آپ اپنے دور کے ممتاز و معروف شاعر تھے تخلص نزہت، لقب استاذ الشعرا تھا آپ کو فارسی زبان پر عبور اور مہارت حاصل تھی۔

مولانا محمد معین الدین صاحب کے کئی فرزند قرآن کے حافظ ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کو ان کے دنیا سے جانے کا بڑا صدمہ تھا۔

لہٰذا جب آپ کے گھر صدر الافاضل کی پیدائش ہوئی تو نذر مانی کہ مولی تعالی اسے عمر طبعی

عطا فرمائے تو اسے دین کا سپاہی بناؤں گا اور خدمت دین کے لیے وقف کر دوں گا اور اگر جہاد کی ضرورت ہوگی تو اسے اپنے آگے لے کر میدان جہاد میں حاضر ہوں گا۔ (حیات صدر الافاضل، ص:۲۰)

حضرت صدر الافاضل کے والد ماجد مولانا معین الدین نزہت صاحب نے اولاً محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یہ وہ وقت تھا جب وہابی اپنی وہابیت (مذہبی فتنہ انگیزی) کو مخفی رکھتے تھے اور حکمت کے پیش نظر میلاد و قیام کو جائز اور مستحسن امر بتاتے تھے۔

چناں چہ مولوی محمد قاسم نے مولانا معین الدین صاحب کو میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی اجازت دی اور برکت والا عمل بھی بتایا۔ لیکن جب حضرت مولانا معین الدین صاحب کو مولوی محمد قاسم کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا اور اس کے ان فاسد عقائد اور باطل نظریات سے باخبر کیا گیا جو نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا تھا، اور نزہت صاحب کو فتاوی حسام الحرمین دکھایا گیا تو انھوں نے ان کی بیعت فسخ کی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تحریر فرمایا۔

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہتؔ، ہوں جس میں گمراہ شیخ و قاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

جد امجد:

(دادا) کا نام نامی اسم گرامی مولوی سید امین الدین ابن سید کریم الدین آزاد ہے، آپ اپنے دور میں اردو اور فارسی کے استاذ تسلیم کیے گئے اور اپنے زمانہ کے مشاہیر شعرا میں شمار کیے گئے مولوی سید امین الدین کو شعر و شاعری میں بھی کمال و درک حاصل تھا آپ نے اپنا تخلص راسخؔ اپنایا، چناں چہ فرماتے ہیں۔

خاک ہے آغاز راسخؔ خاک ہی انجام ہے — پھونک دے اسباب عالم، عالم اسباب میں

تعلیم و تربیت:

چار سال کی عمر میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اس کے بعد قرآن مجید کا حفظ شروع کیا اور اپنی اعلیٰ ذہانت کی وجہ سے آٹھ سال کی عمر میں حفیظ اللہ خان صاحب کی نگرانی میں حفظ قرآن مکمل فرمایا۔

اس کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، طب اور درس نظامی کی متوسط کتابیں مولانا ابوالفضل احمد صاحب سے پڑھیں، بقیہ نصاب بالخصوص منطق، فلسفہ، اقلیدس اور دورۂ حدیث کی تکمیل عالم ربانی حضرت مولانا گل محمد قدس سرہ العزیز سے حاصل کی۔

۱۹/ سال کی عمر میں جملہ علوم عقلیہ اور نقلیہ سے فراغت حاصل کی اور ایک سال تک فتاوی نویسی کی مشق و ممارست فرمائی، اور ۱۳۲۰ھ میں مدرسہ امدادیہ مرادہ آباد میں جلیل القدر علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں سے صرف ۲۰/ سال کی عمر میں دستار فضیلت کے دولت سے نوازے گئے، اس وقت آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد معین الدین نزہتؔ نے دستار بندی کی تاریخ تحریر فرمائی۔

ہے میرے پسر کو طلبہ پہ وہ تفضّل | سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنادے | دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

(حیات صدر الافاضل، ص:۲۴) ۱۳۲۰ھ

بیس سال کی عمر میں پہلی تصنیف:

جس وقت آپ کی دستار بندی ہوئی، اس وقت دیوبندیت کی وبا لوگوں میں تیزی سے پھیلنے لگی تھی، اور ہوٹلوں، سڑکوں، پارکوں، چوراہوں، خلوتوں اور جلوتوں میں ہمہ وقت علم غیب نبی پر بحث و تکرار ہوتی رہتی تھی۔

چناں چہ صدر الافاضل نے اس فتنے کا سد باب کرنے کا ارادہ فرمایا اور یہ خیال فرمایا کہ ثبوت علم غیب مصطفی ﷺ پر ایک ایسی جامع کتاب ہونی چاہیے کہ جس سے معترضین کے تمام شکوک و شبہات اور باطل نظریات کا جواب مہذب اور عمدہ انداز میں ہو۔

چوں کہ صدر الافاضل کے پاس ایسا جامع کتب خانہ نہ تھا کہ جس میں ہر قسم کی کتابیں موجود ہوں، لہٰذا آپ رام پور اسٹیٹ کے کتب خانہ سے حوالاجات دیکھ کر آتے اور مرادہ آباد میں کتاب لکھتے، چناں چہ صرف ۲۰/ سال کی عمر میں آپ نے علم غیب کے ثبوت پر کتاب "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی" تصنیف فرمائی جو آج بھی علم غیب کے موضوع پر ایک شاہ کار کا درجہ رکھتی ہے، اس کتاب کو علمی و عوامی حلقوں میں بڑی پذیرائی ہوئی اور لوگوں نے بدست قبول

کتاب کو لیا، جب یہ کتاب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں بذریعہ حاجی ملا محمد اشرف شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہنچی تو آپ نے مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا:

''ماشاء اللہ بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے، اس قدر نو عمری میں اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند پایہ کتاب مصنف کے ہونہار ہونے کی دلیل ہے۔'' (حیات صدر الافاضل، ص:۴۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے ملاقات:

جودھ پور کے ادریس نامی ایک فتنہ گر وہابی نے اخبار ''نظام الملک'' میں ایک مضمون شائع کیا جس میں اپنے نوزائدہ مسلک کے مطابق مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازیبا الزامات اور آپ کی شان میں گستاخیاں کی۔

صدر الافاضل نے جب گستاخی سے بھرا ہوا مضمون پڑھا تو آپ کو کافی رنج و غم لاحق ہوا۔ اگرچہ اب تک آپ کو اعلیٰ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا تھا۔ پھر بھی صدر الافاضل آپ کی بلند پایہ تصانیف پڑھ پڑھ کر اپنے گوشۂ دل میں آپ کی عقیدت و محبت کا چراغ روشن کر چکے تھے۔

چناں چہ آپ نے عالم جلال میں اس مضمون کا مدلل جواب اور رد اسی شب تحریر فرمایا اور صبح'' نظام الملک'' اخبار کے دفتر میں جاکر ایڈیٹر کو جواب شائع کرنے کو کہا۔ ایڈیٹر نے چھاپنے سے انکار کیا۔ صدر الافاضل نے ایڈیٹر کو بطور مشورہ فرمایا: ''میرا مضمون تم چھاپوگے تو سنی خریدیں گے، پھر اس کا جواب جودھپوری لکھے گا تو وہابی تمھارا اخبار خریدیں گے اس کے بعد میرا ''جواب الجواب'' شائع کروگے تو تمھارے اخبار کی اشاعت بڑھ جائے گی۔''

ایڈیٹر یہ سن کر مضمون چھاپنے پر راضی ہو گیا، اور جب صدر الافاضل کا مضمون جودھپوری کے جواب کی شکل میں اخبار ''نظام الملک'' میں شائع ہوا تو اعلیٰ حضرت کے ایک دیوانے نے آپ کی توجہ '' نظام الملک'' اخبار کی طرف دلائی تو آپ نے مرادآباد کے اپنے ایک عقیدت مند حاجی محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھا اور انھیں اخبار نظام الملک کی ایک ماہ کے تمام شمارے لے کر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حاجی صاحب سارے شمارے لے کر بریلی شریف حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت نے صدر الافاضل کے مضامین پڑھ کر خوشی اور فرحت و شادمانی کا اظہار فرمایا اور حاجی

صاحب سے صاحب مضمون کے متعلق دریافت فرمایا تو حاجی صاحب نے بتایا کہ یہ مراد آباد کے ایک نہایت ذہین اور باصلاحیت نوجوان فاضل ہیں جن کی عمر ابھی صرف ۱۹؍سال ہے۔

اعلیٰ حضرت نے صدر الافاضل کو طلب فرمایا تو اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق حاجی صاحب صدر الافاضل کو لے کر اعلیٰ حضرت کی مقدس بارگاہ بریلی شریف حاضر ہوئے تو امام اہل سنت نے اٹھ کر صدر الافاضل کو گلے سے لگالیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

پھر آمد و رفت کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ صدر الافاضل اعلیٰ حضرت کے معتمد اور چہیتے بن گئے۔ یہی وجہ تھی کہ اگر کہیں سے بھی مناظرہ کی دعوت آتی تو اعلیٰ حضرت اکثر و بیشتر صدر الافاضل ہی کو بھیجتے۔

درس و تدریس:

حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مختلف مشاغل کے باوجود تا حیات درس و تدریس سے وابستہ رہے اور دین و سنت کے کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے جس کی وجہ سے علماو فضلا کی ایک بڑی مضبوط ٹیم تیار ہوگئی اور دبستان نعیمی کے ذریعہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

تدریس کا طریقہ انتہائی انوکھا، افہام و تفہیم میں یکتائے روزگار، تفسیر و حدیث، علم کلام، فقہ و اصول فقہ، نحو و صرف، منطق و فلسفہ، ہیئت و ریاضی نجوم و علم التوقیت اور علم الفرائض وغیرہ میں آپ کو ملکۂ تامہ حاصل تھا۔

تصنیف و تالیف:

ماضی قریب میں جن باعظمت اور تقدس مآب شخصیتوں کے حوالہ سے قلم متعارف ہوا۔ ان میں امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ اور دیگر اکابر علمائے اسلام کے علاوہ حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات سرفہرست نظر آتی ہے۔ بلاشبہ تحریر ایک مؤثر ترین ذریعۂ ابلاغ، نہایت مضبوط و مستحکم اور تادیر رہنے والی چیز ہے۔

اس کا اثر صدیوں تک محسوس کیا جاتا ہے، اماغزالی، امام رازی، ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی جیسے اور بھی فرزندان اسلام قرطاس و قلم کے ذریعہ ہی پہچانے گئے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی گوناگوں تنظیمی، تدریسی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود اس طرف توجہ

مبذول فرمائی اور اہم نگارشات یادگار چھوڑیں۔ وہ علمی اور تحقیقی جواہر پارے درج ذیل ہیں۔

(۱) تفسیر خزائن العرفان (۲) فتاوی صدر الافاضل (۳) نعیم البیان فی تفسیر القرآن (۴) الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ (۵) اطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان (۶) مظالم نجدیہ بر مقابر قدسیہ (۷) اسواط العذاب علی قوامع العقاب (۸) آداب الاخیار (۹) سوانح کربلا (۱۰) سیرت صحابہ (۱۱) التحقیقات لدفع التلبیسات (۱۲) ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام (۱۳) کتاب العقائد (۱۴) زاد الحرمین (۱۵) کشف الحجاب علی مسائل ایصال ثواب (۱۶) فرائد النور علی جرائد القبور (۱۷) ریاض نعیم (۱۸) احقاق حق (۱۹) احکام رمضان وغیرہ وغیرہ۔

حضرت قدس سرہ کی سب سے آخری تصنیف جو وصال سے چند ماہ قبل مکمل فرمائی وہ" رسالہ قنوت نازلہ" ہے۔

تفسیر خزائن العرفان:

یوں تو آپ کی ہر تصنیف اور تالیف علمی، استدلالی اور تحقیقی اسلوب کا شاہ کار ہے۔ مگر آپ کی مشہور زمانہ تفسیر "خزائن العرفان" کو امتیازی مقام حاصل ہے، جسے آپ نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کے حاشیہ پر تحریر فرمایا، جس کی بنیاد پر آپ کا مبارک نام اور کام صبح قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ اور جو شہرت و دوام اس تصنیف کو حاصل ہوئی، کسی اور تصنیف کو نہ ہوئی۔ خزائن العرفان کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا اعلیٰ فن جانتے تھے۔ یہ تفسیر قدما کی تمام معتبر تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

تفسیر نسفی اور تفسیر بیضاوی کے طرز میں یہ ایک جامع اور خوب صورت تفسیر ہے، جس کے خصائص کو چند صفحات میں سمیٹنا ممکن نہیں، انداز بیان انتہائی سہل ہے، اردو زبان میں اس سے پہلے کوئی ایسی تفسیر نظر نہیں آتی ہے جو اس کے مقابلے میں پیش کی جا سکے۔

تبلیغی و تنظیمی خدمات:

غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً تمام دینی، مذہبی جلسوں میں آپ کی شرکت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ تقریر نہایت مدلل اور بے تکلف گھنٹوں تک عجیب و غریب نکات و رموز سے لبریز اور

پر ہوا کرتی تھی۔ الفاظ نہایت سہل اور آسان ہوتے تاکہ ہر کوئی بآسانی سمجھ لے۔
آپ اپنے دور کے بے مثال مقرر و مبلغ تھے۔ آپ کا طرز استدلال بالکل واضح اور روشن ہوتا۔ پیچیدہ مسائل کو نہایت سادہ اور مختصر الفاظ میں بیان فرمادیتے۔

بحیثیت مناظر:

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے عظیم کامیاب مناظر تھے۔ آپ کو مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت اکثر و بیشتر مناظروں میں آپ ہی کو بھیجتے۔ آپ نے عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانی، وہابی، غیر مقلدین اور منکرین حدیث سب سے مناظرے کیے اور غلبہ پایا۔ ہر عقیدے کے مناظرین آئے مگر ہمیشہ میدان میں جھنڈا صدر الافاضل کا لہرایا۔ مناظروں میں آپ کا خاص وصف یہ تھا کہ مخالف کا اس قدر تعاقب فرماتے کہ یا تو وہ شکست تسلیم کرلیتا یا میدان مناظرہ میں آنے کی جسارت ہی نہ کرتا۔ آپ کے عظیم مناظر ہونے کے ثبوت میں درجنوں مناظرے پیش کیے جاسکتے ہیں، جس میں آپ نے پنڈتوں، آریوں، وہابیوں اور نیچریوں کو شکست فاش دی ہے۔

جامعہ نعیمیہ اور تلامذہ:

اسلامی ذہن سازی کے میدان میں مدارس اسلامیہ کا اہم اور نمایاں کردار ہے، اسی لیے آپ نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا جس میں معقولات و منقولات کی معیاری تعلیم کا بندوبست ہو، اور اس سے مذہب اہل سنت کے سچے محافظ اور بے لوث خادم تیار ہوسکیں جو لوگوں کو احکام اسلام سے باخبر کریں اور اوامر پر عمل پیرا ہونے اور نواہی سے اجتناب کرنے کی ترغیب دیں، اس لیے آپ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مرادآباد میں مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی جو بعد میں آپ کے اسم گرامی کی نسبت سے جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ اپنے تبحر علمی، تفقہ اور خاص طور سے تدریس کے حوالہ سے برصغیر میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ جس کے باعث ہندوستان کے طول و عرض سے ہزاروں تشنگان علم و حکمت جامعہ نعیمیہ مرادآباد پہنچ کر آپ سے اکتساب فیض کیا کرتے تھے۔
آپ کے علمی مقام کا اندازہ آپ کے ان ارشد تلامذہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک ادارہ اور امام الوقت معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی، سرکار

کلاں سید مختار اشرف، ممتاز مفسر، سیرت نگار پیر کرم شاہ ازہری، مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور، سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل، مولانا سید احمد قادری، مولانا سید ابوالحسنات محمد قادری، مفتی محمد عمر نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ کراچی، مولانا غلام معین الدین نعیمی، مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی، مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری، مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ احمد سعید نعیمی شادیانہ، علامہ غلام محی الدین مرادآبادی، مولانا غلام یزدانی سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی، مولانا غلام جیلانی، امین شریعت مفتی رفاقت حسین کان پوری، شمس العلما قاضی شمس الدین جعفری جون پوری، علامہ سلیمان بھاگل پوری، مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن رئیس اعظم (اڑیسہ)، اجمل العلما مفتی اجمل حسین نعیمی، حضرت مولانا فاضل شاہ صاحب نعیمی، حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب نعیمی حیدرآباد اور حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحب نعیمی قدست اسرار ہم۔ اور ان جیسے درجنوں نام ور افاضل حضرت صدر الافاضل کی تدریس کے شاہ کار ہیں۔ جن میں بلند پایہ محدثین و مفسرین بھی تھے اور فقہا و متکلّمین بھی تھے، محققین و مصنفین بھی تھے اور خطبا وواعظین بھی تھے۔ (ماہ نامہ اشرفیہ اگست، ستمبر ۲۰۱۲، ص: ۶۴)

اخلاق وعادات:

انسان کے اندر سب سے بڑی خوبی اس وقت جنم لیتی ہے جب کہ اس کا سینہ نور ایمان سے معمور اور محبت رسول سے سرشار ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ اچھے اخلاق کا حامل بھی ہو۔ بغیر اخلاق حسنہ کے ایک مومن مقبولیت کی اعلیٰ منزل کو نہیں پا سکتا۔ آپ کی شخصیت اور اخلاق کریمانہ کا ہی اعجاز تھا کہ آپ کے ہزاروں تلامذہ اپنی ذاتی قابلیت اور نمایاں خدمات کے باوجود آپ سے خود کو منسوب کرنا وجہ افتخار جانتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت صدر الافاضل خلق عظیم کے مظہر تھے۔ مصاحبین پروانہ وار نثار اور قربان ہونے کا جذبہ رکھتے تھے، تلامذہ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے، آپ کے اخلاق کریمانہ کا اپنے تو اپنے بے گانے بھی معترف و قائل تھے۔

بیعت وخلافت:

حضرت صدر الافاضل بیعت کے ارادے سے پہلی بھیت حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے شاہ جی صاحب بڑی محبت و شفقت سے

پیش آئے اور فرمایا کہ جس مقصد وارادے سے یہاں آئے ہیں، اس کے اہل اور مناسب مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب ہیں آپ ان کے یہاں تشریف لے جائیں آپ کا حصہ وہیں ہے۔ صدر الافاضل مرادا آباد واپس آکر مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خود مولانا محمد گل صاحب نے فرمایا: "شاہ جی میاں صاحب کے وہاں سے آگئے" اچھا سنیے! پرسوں جمعہ ہے، نماز فجر کے بعد آئیے گا، آپ کا جو حصہ ہے عطا کیا جائے گا، تیسرے روز جمعہ کو بعد نماز فجر حضرت مولانا محمد گل صاحب نے آپ کو قادری سلسلہ میں بیعت فرمایا۔ (حیات صدر الافاضل، ص:۲۴،۲۵)

حضرت صدر الافاضل کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا اور اشرفی میاں علامہ سید محمد علی حسین کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ خود اعلیٰ حضرت اپنی کتاب "الاستمداد" میں جس میں آپ نے اپنے خلفا کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں یوں ذکر کیا ہے۔

میرے نعیم الدین کو نعمت　　　　اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

(مجدد اسلام اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۱۳۱)

طبابت:

اپنے استاذ و مربی حضرت مولانا فیض احمد قدس سرہ سے جہاں آپ نے علوم منقولہ و معقولہ میں اکتساب فیض کیا وہیں علم طب میں بھی ان سے مہارت حاصل کی، مریض کا چہرہ دیکھ کر ہی مرض کا پتا بتا دیتے۔ نباضی میں یکتائے زمانہ تھے، مفردات ادویہ کے خاص از بر تھے۔ مرکبات میں بھی مختلف خوبیوں کے حامل تھے۔ فاضلان جامعہ نعیمیہ طب میں بھی آپ سے اکتساب فرماتے۔ تدریس و تبلیغ سے خالی وقت میں طبابت کے ذریعہ فی سبیل اللہ خدمت خلق فرماتے۔

بحیثیت شاعر:

حضرت صدر الافاضل ایک بے مثل مبلغ و مدرس اور مفکر و مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بے حد حساس اور نازک طبع شاعر بھی تھے، ذوق شاعری وراثتاً آپ کے حصہ میں آئی۔ والد ماجد وقت کے مشہور و معروف شاعر تھے جن کا لقب استاذ الشعرا تھا، آپ کے جد امجد مولانا امین الدین راسخؔ اپنے عہد کے مشاہیر شعرا میں شمار کیے جاتے تھے۔ "ریاض نعیم" کے نام سے آپ کا

دیوان بھی شائع ہو چکا ہے۔

ماہ نامہ السواد الاعظم:

برصغیر کے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار کی کیفیت اور ان کے مستقبل پر اس کے ممکنہ اثرات کے اندیشے نے آپ کو میدان صحافت میں قدم رکھنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صحافت کی اہمیت اور اس کے فوائد کا پورا احساس تھا، جس کی وجہ سے "الہلال اور البلاغ" کے لیے عرصہ تک مختلف قسم کے مضامین لکھتے رہے۔ پھر اسلام دشمن عناصر کی سرکوبی، نیز اپنی بات عوام اہل سنت تک پہنچانے اور ان کی دینی وسیاسی رہ نمائی کے لیے آپ نے ۱۹۲۴ء میں مرادآباد سے "ماہ نامہ السواد الاعظم" جاری فرمایا۔

"السواد الاعظم" دل کش نگارشات کا حامل تھا۔ اس کی فکر انگیز عبارتوں اور شعلہ بار تحریروں نے وقت کے بڑے بڑے ادیبوں کو ان کی اوقات یاد دلادی، اور عقل و خرد کو بیدار کر کے اسلامیانِ ہند کو جھنجھوڑا۔

اس رسالہ کے ذریعہ آپ گم راہ فرقوں کے باطل نظریات کا دندان شکن جواب دیتے رہے۔ کئی قسم کے مضامین مسلسل چھپتے، پنڈت دیانند سرسوتی کی کتاب "ستیار تھ پرکاش" کے جواب میں آپ نے ایک مستقل کالم کے ذریعہ قسط وار لاجواب مضامین شائع فرمائے۔

اس طرح آپ نے "السواد الاعظم" کے ذریعہ قوم وملت کی فکری قیادت بھی بحسن وخوبی انجام دی۔ آپ کے وصال کے بعد مولانا غلام معین الدین نعیمی کی ادارت میں پاکستان سے جاری ہوا۔

شدھی تحریک اور اس کا سدباب:

ہندوؤں کی کوئی مذہبی جماعت نہیں تھی۔ ہندوازم کی تبلیغ کا بھی کوئی شعبہ نہ تھا، ہندو اپنے مذہب کی تبلیغ دوسرے مذاہب میں کرنے کے قطعی روادار نہیں تھے۔ مگر پنڈت دیانند سرسوتی نے اس نظریے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام اہل مذاہب کو دعوت عام دے دی کہ ہر مذہب والا ہم سے مناظرہ کر سکتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کے لیے اسلام کو مثال میں پیش کیا کہ اسلام کی اشاعت روز بروز اسی لیے بڑھ رہی ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت دوسرے مذاہب میں کرتے ہیں۔ اسی لیے ہم بھی دیگر اقوام میں ہندوازم کی تبلیغ کریں گے۔ اس پس منظر

میں خاص طور سے مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرنے کا فیصلہ ہوا۔خصوصاً راجپوتانہ علاقہ کو میدان جنگ کی حیثیت سے منتخب کیا اور اس طرح ۱۹۲۰ء کے قریب شدھی تحریک کا فتنہ منظر عام پر آیا۔

۱۹۲۳ء میں ہندو قیادت نے باقاعدہ اور از سرنو برصغیر میں شدھی تحریک کا آغاز کیا اور اس کا مقصد مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانا اور مزاحمت کرنے والے مسلمانوں کو قتل کرنا تھا۔

اس تحریک کے باقاعدہ آغاز کے ساتھ ہی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے پلیٹ فارم سے آپ نے اہل اسلام کو اس سازش کے خلاف عزم واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دین و ایمان پر ڈٹ جانے کی تلقین کی۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے آپ کی رائے اور مشورے سے متفق ہو کر جماعت رضائے مصطفیٰ کی تشکیل فرمائی اور آپ کو اس مقدس جماعت کے ہراول دستے کا سپہ سالار بنایا۔اسی جماعت کے جھنڈے تلے آپ نے اہل سنت کے دیگر ممتاز علما بالخصوص سیدنا مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی معیت میں اس فتنۂ ارتداد کے خلاف آگرہ (جو شدھی تحریک کا مرکز تھا) بھرت پور، گڑ گاؤں، گوبند گڑھ، متھرا، میرٹھ، بلند شہر، میرٹھ، علی گڑھ، جے پور، حوالی اجمیر اور کشن گڑھ تک کے دور دراز علاقوں کے دورے کیے۔اور اس طوفان بلاخیز سے مسلمانان ہند کو بچانے کے لیے آپ نے مسلسل سفر کیا اور اس میں مرتد ہونے والے مسلمانوں کے علاقوں میں مہینوں خیمہ زن رہ کر انھیں دوبارہ اسلام میں داخل فرمایا۔شدھی تحریک کا تعاقب اور اس کا سدباب آپ کی حیات طیبہ کا درخشندہ ترین باب ہے۔ان تعاقبی دوروں میں آپ نے سخت تکالیف بھی اٹھائیں مگر کبھی اشارۃً و کنایۃً بھی اس کا اظہار نہ فرمایا۔

وصال:

۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعہ مبارکہ ٹھیک رات ۱۲/ بج کر ۲۵/ منٹ پر اہل سنت کا تاجدار، حقیقت و معرفت کا شہ شوار، علم و فضل کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سن وصال کا تاریخی مادہ "غلام رسول" (۱۳۶۷ھ) ہے۔ وصیت کے مطابق مقررہ راستوں سے جنازہ گزارا گیا۔اور جامعہ نعیمیہ کے وسیع و عریض میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض تاج العلما حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی نے انجام دیے۔آپ کی آخری آرام گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی مسجد کے بائیں گوشہ میں واقع ہے۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(ولادت: ۱۳۱۴ھ -وفات: ۱۳۹۱ھ)

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان شہسواران اسلام میں سے ہیں جن پر قوم مسلم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ آپ کی ذات اقدس اپنے وقت کی ان مقتدر ہستیوں میں سے تھی جن کے سر قوم کی پیشوائی اور امت کی رہنمائی زیب دیتی ہے۔ آپ عقل عرفانی، علم ایمانی اور معرفت روحانی کے امام تھے، اپنے قلم وزبان، تفکر و تدبر سے دین اسلام کی ایسی نمایاں خدمات انجام دیں کہ عوام وخواص رہتی دنیا تک اس سے مستفیض و مستفید ہوتے رہیں گے۔

ولادت باسعادت:

حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں کے ایک گاؤں اوجھانی میں بروز جمعرات ۴؍ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ مطابق یکم مارچ ۱۸۹۴ء بوقت فجر ایک دین دار گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے، آپ کے والد کے یہاں یکے بعد دیگرے پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ پانچویں بچی کے بعد والد ماجد نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی اور منت مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی رضا وخوشنودی کی خاطر خدمت دین کے لیے وقف کر دوں گا۔

یہ دعا بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئی اور ان کے گھر ایک ہونہار بچے کی ولادت ہوئی جس کا نام محمد احمد یار خان رکھا گیا۔ والد گرامی نے اپنی نذر کے مطابق اس بچہ سے علم دین کے حصول کے علاوہ اور کوئی کام نہ لیا اور اس بچہ نے بھی آگے چل کر اپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی وہ اس قابل تھا کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں وقف کیا جاتا۔ چناں چہ آپ نے ساری عمر اللہ اور اس کے رسول کے دین کی خدمت اور اپنے والد ماجد کی ایمان افروز چاہت کی تکمیل کے لیے اور اشاعت دین کی خاطر تدریسی، تصنیفی اور تقریری خدمات بحسن وخوبی انجام دیں۔

والدین ماجدین:

مفتی صاحب کے والد ماجد متقی، پرہیزگار، دین دار اور عالم دین تھے، ان کا نام محمد یار خان

تھا۔ بستی کے لوگ انھیں عام طور پر ملاجی کہتے تھے۔ آپ فارسی زبان کے ماہر تھے۔ اور اپنے گھر پر ایک مکتب کھول رکھا تھا۔ جس میں علاقے کے مسلم بچوں کے ساتھ ہندو کے بچے بھی تحصیل علم کے لیے آتے، اس طرح بہت سے ہندو بچوں کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علاقے کے مسلم ہندو سبھی آپ کی خوب عزت واحترام کرتے تھے۔

مکتب کی مصروفیت کے علاوہ اوجھانی کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ جسے آپ نے اپنے اہتمام سے تعمیر کروایا تھا اور اس کے اخراجات کی ذمہ داری خود لی تھی اور تاعمر فی سبیل اللہ امامت فرمائی۔

مفتی احمد یار خان کے والد ماجد مولانا محمد یار خان نماز با جماعت کے بہت پابند تھے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آخری عمر میں بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے راستے میں گر جاتے اور شدید زخمی ہوجاتے، پھر بھی مسجد میں جاکر باجماعت ہی نماز ادا کرتے۔ چنانچہ وفات کے بعد انھیں غسل دیا جارہا تھا تو دیکھا گیا کہ سارا جسم زخموں اور چوٹ کے نشانات سے بھرا پڑا ہے۔

آپ کی قبر انور اوجھانی (بدایوں) کے قبرستان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر رحمت ونور کی بارشیں نازل فرمائے۔

مفتی صاحب کی والدہ ماجدہ بھی نیک اور پارسا خاتون تھیں، اور اپنے دل میں خدمت دین کا جذبہ رکھتی تھی۔ اوجھانی کی مسجد (جس کی تعمیر آپ کے شوہر نے کروائی تھی) میں پانی کا انتظام نہیں تھا، لوگ دور دراز سے گھڑوں کے ذریعے مسجد کا پانی بھرتے، جو کافی مشقت و محنت کا باعث تھا۔ چنانچہ آپ کے شوہر مولانا محمد یار خان نے مسجد میں کنواں کی تعمیر کے لیے زیورات کا مطالبہ کیا، تو آپ نے ذرا بھی دیر نہ لگائی اور فوراً زیورات اپنے خاوند کے ہاتھوں میں ڈال دیا، ان زیورات کی قیمت میں اللہ تعالی نے اتنی برکت عطا کی کہ کنواں کے ساتھ وضو گاہ کی بھی تعمیر مکمل ہوگئی۔ مفتی صاحب کی والدہ گھر کے کاموں سے فرصت نکال کر محلے اور بستی کی عورتوں اور بچیوں کو قرآن پاک ناظرہ پڑھاتی تھیں۔ (حیات سالک ملخصاص:۶۶۔۶۷ و سوانح عمری، ص:۹)

جد امجد:

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جد امجد مولانا محمد منور خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فارسی زبان کے زبردست عالم

تھے، مولانا منور خان علیہ الرحمۃ اپنے علاقہ کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے پاس لوگ اپنے پیچیدہ ولاینحل مسائل لے کر آتے اور آپ ان کے مسائل کو خداداد صلاحیتوں سے حل فرماتے تھے۔

مولانا محمد منور خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پردادا حضرت امام علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افغانستان سے ہجرت فرماکر ہندوستان کی ریاست اترپردیش کے مشہور شہر بدایوں کی ایک بستی اوجھانی میں مقیم ہوئے تھے۔

تعلیم و تربیت:

حضرت مفتی احمد یار خان تین سال گیارہ ماہ ایک دن کے ہوئے تو آپ کی تسمیہ خوانی خاندانی رسم ورواج کے مطابق ۱۸۹۸ء/۱۳۱۸ھ بدایوں شریف کے ایک بڑے بزرگ عبدالقدیر میاں کے ذریعہ ہوئی۔ پھر آپ نے اپنی تعلیم پانچ مدرسوں میں مکمل فرمائی۔

❖ اپنے والد گرامی سے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ مکمل کیا، اور دینیات، فارسی اور درس نظامی کی تعلیم بھی اپنے والد گرامی سے گھر میں قائم کردہ مکتب میں پائی۔

❖ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۵ء میں اوجھانی سے نکل کر بدایوں شہر کے مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہوئے جہاں آپ نے تین سال ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۵ء تا ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۸ء علامہ قدیر بخش کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی۔

مدرسہ شمس العلوم کے جس کمرے میں مفتی صاحب کو جگہ ملی تھی اس میں دوسرے طلبہ بھی قیام پذیر تھے اور اکثر شور و شغف کا ماحول بنا رہتا تھا جس کی وجہ سے رات میں آپ کو اسباق کے مطالعہ میں پریشانی ہوتی۔ ایک روز آپ صبح علامہ قدیر بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درس گاہ میں "نحو میر" کا سبق پڑھنے بیٹھے تو انتہائی توجہ اور یکسوئی کی کوشش کے باوجود سبق سمجھ میں نہیں آیا جس کی وجہ سے آپ پریشان نظر آنے لگے تو استاذ نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا: "احمد یار خان کیا ماجرا ہے۔ آخر خود کردہ را علاج نیست مطالعہ بھی نہیں کیا اور سبق سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہو"۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے استاذ محترم سے رات کی مشکلات بیان کیں، تو حضرت علامہ قدیر بخش نے اسی وقت ہدایات جاری کردیں کہ احمد یار خان کے لیے فوری طور پر الگ کمرے میں رہائش کا انتظام کیا جائے، اور اس کمرے میں ایک طالب علم عزیز احمد بدایونی کو احمد یار خان کے ساتھ جگہ دی جائے۔ اس انتظام سے مفتی صاحب کی تمام پریشانیاں دور ہوگئیں اور مفتی عزیز احمد

صاحب جیسے محنتی اور سمجھ دار طالب علم کی رفاقت بھی مہیا ہوئی۔

مفتی عزیز احمد صاحب کے بیان کے مطابق مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنے اسباق کے مطالعہ اور تکرار کے از حد پابند تھے۔

مفتی عزیز احمد صاحب کی رفاقت حکیم الامت کے لیے بڑی عزیز اور ناگزیر بن گئی تھی۔ ان کے سوا ہم سبق طلبہ میں ایسا کوئی نہ تھا جسے اسباق کے مطالعے اور تکرار و اعادہ کا ایسا بے پناہ شوق ہوتا جیسا کہ ان میں تھا مگر مفتی عزیز احمد صاحب کو مولانا شاہ عبد القدیر صاحب کے صاحب زادے عبد الہادی کی تعلیم کا کام سپرد کیا گیا تھا اس وجہ سے ان کے اکثر اوقات عبد الہادی کی تعلیم میں صرف ہونے لگے تھے اور بسا اوقات آپ کو سفر بھی کرنا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے مفتی عزیز صاحب اکثر اسباق میں غیر حاضر رہتے تھے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی کے لیے اپنے اس رفیق درس کی غیر حاضری جس کے ساتھ آپ بحث و تکرار کرتے تھے، کافی حد تک باعث حرج بن گئی اور بالآخر آپ مدرسہ شمس العلوم بدایوں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ شمس العلوم چھوڑنے کے وقت نور الانوار تک کی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔

بدایوں کے طالب علمی کے دوران ہی اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضری کے لیے بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اس وقت ۲۷/ رجب قریب تھی اور اعلیٰ حضرت کے یہاں تقریب معراج کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ اس مصروفیت کے باعث صرف ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہو سکا۔

❖ بدایوں کے بعد حکیم الامت مینڈھو چلے گئے جہاں آپ نے تقریبًا تین چار سال ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۸ء سے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۱ء تک تعلیم حاصل کی، یہ دار العلوم والیان حکومت کا قائم کردہ تھا اور آپ کے دور طالب علمی میں یہ مدرسہ دیوبندی مسلک کا حامل تھا، جس کے اثرات آپ پر بھی مرتب ہوئے تھے۔ مینڈھو ہی کے دور طالب علمی سے متعلق خود فرماتے ہیں:

"دیوبندی اساتذہ کے پاس ایک عرصہ تک پڑھنے سے میں یہ سمجھنے لگا تھا کہ علمی تحقیق کا کمال تو بس اسی گروہ میں پایا جاتا ہے، لیکن جب صدر الافاضل قدس سرہ سے ملاقات ہوئی اور

انھوں نے مجھے اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ "عطایا القدیر فی احکام التصویر" مطالعہ کے لیے دیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کیا تو مجھے اس کے لکھنے والے کی تبحر علمی اور دقت نظر کے کمال کا گرویدہ ہونا پڑا، سچ تو یہ ہے کہ اس رسالہ نے میری ذہنی اور اعتقادی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔" (حیات سالک، ص: ۴۷، از قاضی عبدالنبی کوکب)

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد مسلک اور عقیدے کے اعتبار سے متصلب سُنّی حنفی تھے۔ انھیں حکیم الامت کا مینڈھو کے مدرسہ میں پڑھنا ناگوار معلوم ہوا۔ چناں چہ ایک مرتبہ جب سالانہ چھٹی کے موقع پر گھر آئے، تو گھر والوں کے احساس کا اندازہ ہوا، تو آپ نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ مینڈھو میں مفتی صاحب کی طالب علمی کا زمانہ قریبًا چار برس رہا۔

❖ اتفاق سے ان دنوں آپ کے چچازاد بھائی گھر آئے ہوئے تھے جن کی مراد آباد میں ملازمت تھی اور وہ مراد آباد واپس جا رہے تھے۔ انھوں نے حکیم الامت پر زور ڈالا کہ آپ میرے ساتھ مرادآباد چلیں میں آپ کا داخلہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے مدرسہ جامعہ نعیمیہ میں کرادوں گا۔

حکیم الامت مراد آباد پہنچ کر صدر الافاضل کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت صدر الافاضل نے آپ سے امتحان کے لیے چند سوالات کیے۔ حکیم الامت نے ان سوالوں کے تشفی بخش جواب دیے۔ اس پر صدر الافاضل بہت خوش ہوئے اور آپ کو اپنے مدرسے میں داخل کر لیا۔

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز کے ساتھ یہ ملاقات مفتی صاحب کی زندگی میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے بعد حضرت صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو ان کے مطلوبہ معقولات کے اعلیٰ اسباق شروع کرا دیے اسباق شروع کرا تو دیے مگر حضرت کی گوناگوں مصروفیات کے باعث مفتی صاحب کے اسباق ناغہ ہونے لگے۔ جس کی وجہ سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے چلے گئے۔ جب حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے آپ کو واپس بلوایا اور آپ کے لیے اس وقت کے معقولات و ریاضیات کے ماہر جناب مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری کو مرادآباد تشریف لانے کو کہا تو وہ اس شرط پر مرادآباد آنے پر راضی ہوئے کہ میرے ساتھ میرے ان طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام بھی آپ کے ذمہ کرم ہوگا جو اس وقت میرے حلقۂ درس میں ہے۔ حضرت صدر الافاضل نے یہ شرط منظور فرمالی۔ اور حضرت علامہ

کانپوری کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد بلالیا۔

علامہ کانپوری کی آمد سے حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طالب علمی کا نرالا دور شروع ہوا، اور کچھ عرصہ تک اسی طرح نظام چلتا رہا۔ پھر کسی مجبوری کی بنا پر میرٹھ والوں نے حضرت مشتاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کان پوری کو واپس بلالیا، وہ واپس چلے گئے لیکن صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت سے حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ساتھ لے گئے۔ کیوں کہ علامہ مشتاق کان پوری مرادآباد صرف حکیم الامت ہی کو تعلیم دینے آئے تھے۔

❖ اس طرح حکیم الامت مرادآباد سے میرٹھ علامہ مشتاق احمد کان پوری کے ہم راہ مزید تعلیم کے لیے تشریف لے گئے، مرادآباد اور میرٹھ دونوں جگہ ملاکر مفتی صاحب کا آخری تعلیمی دور دو یا تین برس رہا ہوگا۔

بیس برس کی عمر میں میرٹھ ہی سے سند فراغت حاصل کی، حضرت صدر الافاضل نے دستار فضیلت باندھی اور مفتی صاحب کے چچازاد بھائی جناب عزیز خان مرحوم نے ایک فارسی قطعۂ تاریخ کہا۔

چوں احمد کہ بایار و خان است منضم — شدہ فارغ از علم دیں شکر حق
بہ نوک زباں گوہر سال سفتم — بگفتم لقد فاز فوزا عظیما

۱۳۴۴ھ

طرز تعلّم:

مفتی صاحب کا طرز تحصیل وہی تھا جو ایک سچے خواستگار علم کا ہونا چاہیے، ہر آنے والے سبق کا شب میں بڑی محنت وجاں فشانی سے مطالعہ کرتے ایسا بھی ہوتا کہ چراغ کے لیے مدرسہ سے ملا ہوا تیل نصف شب تک ختم ہوجاتا تو وہ گلی میں لگی ہوئی بتی کی روشنی میں جاکر کتاب دیکھتے۔

استاذ کی ہدایت کے مطابق سبق میں پابندی کے ساتھ باوضو شرکت کرتے، سبق پڑھنے کے بعد تکرار سبق کی بھی پابندی کرتے، اور اس طرح استاذ کی پوری تقریر رفقائے درس کو سنادیتے مزید اعتراضات وجوابات بھی پیش کرتے، کہیں شبہ ہوتا تو استاد کی مجلس میں حاضر ہوکر رفع شکوک کرالیتے۔ اگر ان کی بیان کردہ بات غلط ثابت ہوتی تو ساتھیوں میں آکر اس کا برملا اعتراف کرتے۔ اس سلسلے میں خود فرمایا کرتے: ”میں جب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرلیتا میرے ذہن میں

ایک ہیجانی کیفیت برپا رہتی ہے۔"

درس و تدریس:

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فراغت کے بعد سے تا حیات مختلف مقامات پر دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

اس کا آغاز مرادآباد جامعہ نعیمیہ سے ہوا تھا اور اس کی انتہا گجرات مدرسہ غوثیہ نعیمیہ میں ہوئی۔ درمیان میں یہ دریا دھوراجی (کاٹھیاوار) کچھوچھہ اور بھکھی میں بھی بہتا رہا۔

❖ دستار فضیلت باندھنے کے بعد ہی حضرت صدر الافاضل نے جامعہ نعیمیہ میں مفتی صاحب کو تدریسی خدمات سپرد کر دیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مفتی صاحب کی تدریسی قابلیت لوگوں کے سامنے نمایاں ہوگئی اور افتا کی خدمت بھی ان کے سپرد کر دی گئی۔

❖ قریبًا ایک سال بعد دار العلوم مسکینیہ دھوراجی (گجرات) سے صدر الافاضل کے پاس ایک ایسے عالم دین کے لیے درخواست آئی جو تدریس، فتویٰ اور خطابت وغیرہ کی خدمات عمدہ طریقے سے انجام دے سکے۔

حضرت صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو وہاں بھیج دیا اس دار العلوم میں مفتی صاحب نے نو سال تک دینی خدمات انجام دیں، متعدّد بار دورۂ حدیث کرایا۔

ایک وقت مدرسہ مسکینیہ مالی مشکلات کا شکار ہوا اور مفتی صاحب کو کچھ دوسری پریشانیاں لاحق ہوئیں جن کے باعث وہ مدرسہ چھوڑ کر اپنے وطن اوجھانی چلے گئے اور صدر الافاضل کو خط لکھ دیا۔

❖ صدر الافاضل نے دوبارہ انھیں جامعہ نعیمیہ میں بلا کر تدریسی خدمات سپرد کر دیں۔

❖ قریبًا ایک سال وہاں مدرس رہے ہوں گے کہ شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدرسہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کے لیے صدر الافاضل سے ایک قابل مدرس طلب کیا، صدر الافاضل نے وہاں مفتی صاحب کو بھیج دیا۔ انھوں نے وہاں تقریبًا تین سال تک علمی و دینی خدمات انجام دیں۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر اپنے وطن اوجھانی چلے گئے اور صدر الافاضل کی خدمت میں اطلاع بھیج دی۔

❖ اس کے بعد صدر الافاضل نے علامہ ابو البرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) کی

وساطت سے مفتی صاحب کو بھکھی ضلع گجرات (پاکستان) میں مولانا سید جلال الدین شاہ کے دار العلوم میں روانہ کیا۔ مگر مفتی صاحب کو یہاں کوئی دل بستگی نہ پیدا ہوسکی اس لیے وہ لاہور پہنچ کر وطن جانے کے لیے آمادہ ہوگئے۔

❖ مگر سید محمود شاہ بن پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سید ابو البرکات صاحب قبلہ کی وساطت سے مفتی صاحب کو انجمن خدام الصوفیہ (گجرات، پاکستان) کے دار العلوم کے لیے آمادہ کر کے گجرات لے گئے، پھر وہ گجرات کے اور گجرات ان کا ہوگیا۔ علم المیراث کے علاوہ مفتی صاحب کی تمام تصنیفات اسی دار العلوم میں تصنیف ہوئیں۔ یہ دور حضرت مفتی صاحب کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پھر مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی وفات سے چند سال قبل مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری ایام تک اس میں تدریس کا فریضہ انجام دیا۔

شادی:

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو شادیاں کیں، پہلا نکاح شیخو پور ضلع بدایوں کے ایک معزز افغان خاندان میں عبد اللطیف خان کی صاحب زادی سے ہوا۔ ان دنوں حضرت حکیم الامت دھوراجی (کاٹھیاوار) میں مدرس تھے۔ نکاح کی تقریب اوجھانی میں منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ بھی شریک ہوئے اور آپ ہی نے نکاح پڑھایا۔ حضرت حکیم الامت کی تمام اولاد (دو صاحبزادے، پانچ صاحبزادیاں) ان ہی معزز خاتون کے بطن سے ہیں۔ حکیم الامت کی اہلیہ اعلیٰ اوصاف، نیک خصلت، شریف الطبع، پارسا اور پاک دامن خاتون تھیں۔ خانگی مصروفیات اور نماز و عبادت کے ساتھ محلہ کے بچوں اور بچیوں کو ابتدائی تعلیم و تربیت کا کام بھی کرتی تھیں اور نہایت شفقت و محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتی تھیں، بچے اور بچیاں ان کو امی جان کہہ کر ہی پکارا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کے فرائض منصبی کا انھیں اچھی طرح احساس تھا اس لیے تمام تر گھریلو ذمہ داریاں خود سنبھال لیتیں، اسی لیے مفتی صاحب کے لیے گھر کا کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ یہ اپنے آبائی وطن سے ہزاروں میل دور مفتی صاحب کے ساتھ گجرات میں بھی رہیں۔ اور وہیں ۲۳؍ مئی ۱۹۴۹ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا، اور وہیں مدفون ہوئیں۔ ان کی وفات سے حکیم الامت کو بہت صدمہ ہوا۔

ان کے وصال کے بعد تین سال حکیم الامت نے دوسری شادی نہ کی۔ تین سال کے بعد احباب کے مشورے اور اصرار پر دوسرا نکاح گجرات ہی میں کیا۔ یہ خاتون بھی نیک نفس اور دین دار تھیں۔ اس نیک خاتون نے بھی حضرت کی خدمت اور امور خانہ داری کی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دیں۔

ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر مفتی صاحب کے پہلی اہلیہ کی اولاد ہی کو اپنے پیٹ کی اولاد تصور کیا اور اولاد نے بھی ان کو ماں کا درجہ دیا۔

اولاد:

حکیم الامت کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی بچپن ہی میں فوت ہوگئیں باقی تمام اولاد جوان ہوئی۔

آپ کے بڑے بیٹے کا نام مصطفیٰ میاں تھا اور چھوٹے کا نام محمد میاں لیکن ان کو شہرت ان ناموں سے نہ ہوئی۔ مصطفیٰ میاں کو مفتی مختار احمد نعیمی کے نام سے شہرت ملی اور محمد میاں کو اقتدار احمد نعیمی کے نام سے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی نے اپنی اولاد کی تربیت اعلیٰ طریقے سے کی ان کو علم و فن سے آراستہ کیا اور ان کی مذہبی تربیت کی طرف بھی پوری توجہ صرف کی۔ چناں چہ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خود درس نظامی کی تعلیم دی۔ اور فتویٰ نویسی سکھائی، بڑے صاحب زادے بیک وقت عالم دین، مفتی، مدرس، مصنف اور اعلیٰ قسم کے خطیب تھے۔ چھوٹے صاحب زادے بھی بیک وقت مدرس، مفتی، محدث، مصنف اور بہترین مفسر تھے۔

زندگی کے آخری سالوں میں انھیں یہ احساس زیادہ ستانے لگا تھا کہ خواتین میں علم دین کا فقدان ہوتا جارہا ہے۔ اس لیے انھوں نے خواتین کو دینی تعلیم دینے والی ایک ٹیم خود اپنے گھر میں تشکیل دی، اپنی بڑی بہو اور چھوٹی صاحب زادی کو مشکاۃ و بخاری کا ترجمہ چار سال میں پڑھایا۔ صرف و نحو صرف کے ضروری قواعد اور عربی بول چال کی کچھ مشق بھی کراتے رہے۔ اور انھیں وعظ کہنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ آگے چل کر ان بیٹیوں نے دیگر خواتین اور طالبات کی کلاسیں لگا کر انھیں پڑھانا شروع کیا۔ یہ طریقہ اس قدر فیض رسا ثابت ہوا کہ مفتی صاحب کی وفات تک تقریباً چار سو بچیاں اور خواتین ان کے

گھر سے اس "مدرسئہ دینیات" میں پڑھ کر فارغ ہو چکی تھیں۔ ان احوال کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ مفتی صاحب کا گھر اس قرآنی دعا کا ثمرہ یا نمونہ ہے۔ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوٰجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا۔ اے ہمارے رب ہمارے لیے ہماری بیوی اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

سیرت و اخلاق:

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر صبر و استقلال، تواضع و انکساری اور تحمل و بردباری جیسے اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔ آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ تلامذہ کے درمیان ایک اجنبی کے لیے آپ کو پہچاننا مشکل اور دشوار ہوتا تھا۔ اگر آپ کسی شہر میں دعوت و تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تو اکثر استقبال کرنے والوں کو پوچھنا پڑتا کہ حضرت حکیم الامت کون ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ وعدہ کرنے سے پرہیز فرماتے اگر کر لیا تو پورا کرنا ضروری سمجھتے۔ پوری عمر نہ کسی سے قرض لیا اور نہ کسی کو دیا۔ اگر کسی نے مانگا تو اس کی ضرورت بطور ہدیہ پوری کی اور کبھی رقم واپس نہ لی۔

آپ کی ذات حسن و خلق، نیکی و پرہیزگاری اور خلوص و للّٰہیت کی تصویر تھی۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت امیر و غریب سے مساوی سلوک کرتے۔ وہ بڑے ہی روشن خیال، وسیع النظر اور فراخ دل انسان تھے۔ وہ حقیقی معنی میں دین و ملت کے لیے ہی بنے تھے۔ اور اسی کے لیے وقف ہو کر رہ گئے۔ آپ کے شمائل و خصائل کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ آپ کو کبھی دنیوی جاہ و ثروت کا خیال نہیں آیا۔

آپ واقعی بلند پایہ شخصیت، مرد مجاہد اور صاحب جلال تھے۔ جن کا فیض سب کے لیے عام تھا۔ ان کی عظمت و بزرگی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ قوم و ملت کے بے لوث خادم تھے۔ غرض کہ وہ تمام محاسن جو ایک بزرگ میں ہوتے ہیں وہ سب کچھ آپ کی ذات میں موجود تھے۔

بیعت و ارادت:

مفتی صاحب نے حضرت صدر الافاضل سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا اور خلافت حضرت مولانا الحاج سید شاہ محی الدین اشرف عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پائی۔

شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی براہ راست اکتساب فیض کیا۔

معمولات زندگی:

مفتی صاحب کے اعمال و اشغال تدریس، تصنیف، مطالعہ، درس قرآن، عبادات، تلاوت، اخبار بینی، تفریح و ملاقات وغیرہ تھے۔ ان تمام کاموں کے لیے انھوں نے اپنے اوقات بڑے سلیقے سے تقسیم کر رکھے تھے اور ہر کام کو اس کے مقررہ وقت ہی میں انجام دیتے نماز باجماعت کے بڑی سختی سے پابند تھے، سفر و حضر میں تلامذہ میں سے کم از کم دو طالب علم جماعت کے لیے ساتھ رکھتے۔ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہونے دیتے، سفر و حضر ہر حالت میں تہجد بھی پڑھا کرتے۔ اکثر و بیشتر درود شریف کا ورد کیا کرتے۔ یہ ان کی روحانی غذا تھی، جہاں ذرا موقع ملتا درود کا ورد جاری کر دیتے۔

عوامی زندگی سے بھی ان کو خاص دل چسپی تھی چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت کے سے پیش آتے نرمی اور اچھوتے انداز میں کلام فرماتے اور معاشرے پر نظر رکھتے اور ان کی اصلاح و ہدایت کی طرف توجہ فرماتے لوگوں کو بے تکلف اپنی بات پیش کرنے کو کہتے عوامی تقریبات کی شرکت میں بھی پیش قدمی کرتے اور مشرکانہ اور غیر شرعی رسوم سے لوگوں کو روکتے۔ مفتی صاحب کی بے نظیر کتاب "اسلامی زندگی" ان کے ذہن و فکر کی آئینہ دار ہے۔

لوگوں کے آپسی تنازعات کا تصفیہ کرنے میں بھی ان کو خداداد ملکہ حاصل تھا، لوگ آپس میں لڑ کر کٹنے مرنے کے لیے آمادگی کی حالت میں ہوتے، لیکن جب معاملہ مفتی صاحب کی عدالت میں پہنچتا تو ایسا شان دار فیصلہ فرماتے کہ فریقین خوش ہو کر آپس میں مل جل کر زندگی گزارنے کا حوصلہ لے کر اٹھتے۔

حکیم الامت بحیثیت مفتی:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یکم ربیع الاول ۱۹۱۳ء میں پہلا فتویٰ دیا جو حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت پسند آیا انھوں نے دیکھ لیا کہ ہمارے تربیت یافتہ میں قابلیت اطمینان بخش ہے تو انھوں نے آپ کو اپنے مدرسے کا باقاعدہ مفتی مقرر فرما دیا ۱۹۱۳ء سے لے کر ۱۹۵۷ء تک آپ مراد آباد کے اس مدرسہ سمیت کئی مقامات پر فتویٰ کی خدمات بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے، ۱۹۵۷ء

میں آپ نے اس خدمت کو کسی حکمت اور مصلحت کے تحت اپنے صاحب زادوں کے حوالے فرمایا، اولاً حضرت مفتی مختار احمد نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرمایا، بعد میں مستقل طور پر تحریری شعبہ میں گراں قدر خدمات سر انجام دینے والے ہونہار صاحب زادے جناب حضرت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ خدمت سونپ دی۔

حضرت کے چند مشہور زمانہ تلامذہ:

(۱)مولانا سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی عرف محمد میاں، (۲)مولانا حافظ محمد فاضل صاحب نعیمی لاہور، (۳)مولانا آل حسن صاحب سنبھل مراد آباد، (۴)جناب سید محمود شاہ صاحب گجرات، (۵)جناب سید حمید شاہ صاحب، (۶)الشاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی، (۷)قاری احمد حسین صاحب رہتکی، (۸)خطیب اہل سنت سید حامد علی شاہ صاحب گجرات، (۹) جناب پیر طریقت حاجی احمد شاہ صاحب، (۱۰)محترم مفتی وقار الدین صاحب چاٹگام مشرقی پاکستان، (۱۱)جناب سید عبد الغنی صاحب، (۱۲)حافظ سید علی صاحب، (۱۳)جناب صاحب زادہ سید مسعود الحسن صاحب چورہ شریف، (۱۴)حافظ سید غنی صاحب، (۱۵)جناب صاحب زادہ سید ابو علی شاہ صاحب چورہ شریف، (۱۶)جناب سید حامد علی صاحب چورہ شریف، (۱۷)جناب سید ارشاد حسین صاحب چورہ شریف سیور، (۱۸)جناب مفکر اہل سنت قاضی عبد النبی کوکب صاحب لاہور، (۱۹)سید محمد شاہ صاحب کڑیانوالہ گجرات، (۲۰)سید فضل شاہ صاحب گجرات، (۲۱)ماسٹر محمد عارف صاحب گجرات، (۲۲)شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام علی اکاڑوی صاحب، (۲۳)چراغ اہل سنت حضرت حافظ محمد بشیر صاحب حافظ آباد، (۲۴)حضرت شیخ القرآن حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب بھکی شریف، (۲۵)حضرت مدرس اعظم مولانا محمد نواز صاحب بھکی شریف، (۲۶)پیر طریقت محمد اسلم صاحب نعیمی قادری مراڑیا شریف، (۲۷)مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی محمد حسین نعیمی صاحب جامعہ نعیمیہ لاہور، (۲۸)مولانا عبد الکریم صاحب مفلت گنج بنگلہ دیش، (۲۹)صاحب زادہ مفتی مختار احمد خان، (۳۰)صاحب زادہ مفتی اقتدار احمد خان، (۳۱)مولانا لیاقت حسین صاحب بنگلہ دیش، (۳۲)مولانا ریاض الحسن صاحب سنبھل بھارت، (۳۳)مولانا

محمد ادریس صاحب ماریشس افریقہ، (۳۴) مولانا حکیم غلام سرور صاحب سرگودھا، (۳۵) مولانا عبد القدیر صاحب جٹا گانگ، (۳۶) مولانا عبد اللطیف صاحب قادری نکو آنی، (۳۷) مولانا عبد اللطیف صاحب خطیب سائیس کانواں والا، (۳۸) مولانا سید محمد قاسم صاحب خطیب بڑی امام راولپنڈی، (۳۹) مولانا حافظ غلام محی الدین سائل فاروقی، (۴۰) مولانا زاہد صدیقی لاہور، اس کے علاوہ تقریبًا تین ہزار علمائے کرام آپ کے شاگرد ہیں جن میں سے اکثر دنیا کے مختلف ملکوں میں مذہب اہل سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برصغیر کے مختلف شہروں میں تقریبًا پانچ مدرسے بنائے اور گیارہ مدارس میں درس و تدریس کا کام سرانجام دیا۔

حکیم الامت بحیثیت مصنف:

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کا معیار بہت بلند ہے اور علم و حکمت سے لبریز ہے آپ نے تقریبًا پانچ سو گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن افسوس کہ ان میں سے کچھ کتابیں تقسیم ہند کے وقت ضائع ہوگئیں کچھ شائع ہوئیں اور کچھ وسائل کی کمی کے باعث منظر عام پر نہ آسکیں کچھ زیادہ دن ہوجانے کی وجہ سے کیڑے اور دیمک کی خوراک بن گئیں اور کچھ ابھی بھی موجود ہیں لیکن کچھ مجلات و اوراق مفقود ہیں۔

شائع شدہ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

تفسیر نعیمی، علم المیراث، جاء الحق و زہق الباطل، شان حبیب الرحمٰن، اسلامی زندگی، سلطنت مصطفیٰ، دیوان سالک، علم القرآن، اسرار الاحکام، رسالہ نور، رحمت خدا بوسیلۂ اولیا، مرآۃ المناجیح، نور العرفان فی حاشیۃ القرآن، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، الکلام المقبول فی طہارۃ نسب الرسول، فتاوی نعیمیہ، ایک اسلام، اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، سفر نامہ حکیم الامت، درس القرآن، مواعظ نعیمیہ اور معلم تقریریں المعروف نئی تقریریں۔

حضرت کی وہ کتابیں یا حاشیے جو شائع نہ ہوسکیں وہ درج ذیل ہیں:

نعیم الباری فی انشراح البخاری، حاشیہ حمد اللہ، حاشیہ صدرا، رسالہ تصوف، آریہ پر چار حرف، مرزائی سے نکاح حرام ہے اور زمین ساکن ہے۔

چند کتابوں پر ایک نظر:

تفسیر نعیمی: اس تفسیر کی تالیف کا آغاز ۸ / ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ میں ہوا حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلی خواہش تھی کہ اردو زبان میں ایسی تفسیر تالیف کی جائے جو کہ عربی کی معتمد تفسیروں کا خلاصہ ہو اور جس میں موجودہ فرقوں کے نئے نئے اعتراضات کے صحیح جوابات دیے جائیں کیوں کہ اردو تفاسیر عام طور سے بد مذہبوں کی تالیف کردہ ہیں مفتی صاحب کی یہ دیرینہ خواہش گجرات میں تشریف آوری کے بعد مکمل ہوئی۔

تفسیر نعیمی کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو اسے دیگر اردو تفاسیر میں بعض پہلوؤں سے ممتاز کرتی ہیں مثلاً ہر آیت کی علمی تفسیر و تشریح کے بعد اخیر میں ایک عنوان "صوفیانہ تفسیر" کا ملتا ہے صوفیانہ نکات کے لیے اگر چہ "روح البیان" کو مرجع و ماخذ بنایا گیا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ فاضل مؤلف کے منفرد و واضح اور آسان انداز تعبیر نے ان گہرے اسرار کو یوں پیش کیا ہے کہ اب یہ چیزیں ان کی اپنی روحانی کیفیت معلوم ہوتی ہیں اور یہ ایسا کمال ہے کہ تصوف کے عمیق نکات کو نہایت آسانی کے ساتھ عوام کے ذہنوں کے قریب کر دیتا ہے۔

اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں بیک وقت متعدّد فرق باطلہ کے خیالات و نظریات پر تنقید کی گئی ہے اور قرآن پاک کے مختلف مقامات پر ان فرقوں کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

اس تفسیر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پہلی بار عربی مفسرین کرام کے بیان کردہ مطالب و مقاصد کو کھلے انداز اور آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے جس سے عامۃ المسلمین کے کم پڑھے لکھے طبقوں کے لیے بھی قرآن فہمی کے دروازے کھل گئے ہیں۔

مرآۃ المناجیح: یہ حدیث کی مشہور کتاب مشکاۃ المصابیح کی شرح ہے جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے ہر اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے آپ نے اپنے بلاغت نظام قلم سے تشنگان علم حدیث کو طمانیت و تسکین قلب کا سامان مہیا فرمایا آپ نے قلم کی ساری توانائی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات کی تشریح میں صرف کر دی۔

مراٰۃ المناجیح کی ایسے تو بہت سی خصوصیات اور خوبیاں ہیں لیکن ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

ترجمہ بامحاورہ اور آسان ہے، حدیث کی شرح مختصر، جامع اور مانع ہے، راویان حدیث کے احوال بیان کیے گئے ہیں، منکرین احادیث کے بنیادی شبہات کا زبردست جواب دیا گیا ہے، بد مذہب فرقوں کے سوالات کے جوابات ذکر کیے گئے ہیں، عقلی اعتراضات کا عقلی جواب دیا گیا ہے، مذاہب اربعہ بیان کیے گئے ہیں اور فقہ حنفی کو ترجیح دی گئی ہے مشکل الفاظ کی لغوی و اصطلاحی تشریح کی گئی ہے، احادیث کے درمیان تعارض کو رفع کیا گیا ہے اور مسائل بکثرت استنباط کیے گئے ہیں۔ (حالات زندگی، ص:۲۴۸، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن: یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے جس میں آپ نے ۱۰۲ر آیات قرآنیہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ پورا قرآن نعت رسول مقبول ﷺ ہے، یہ کتاب جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ میں شروع ہوکر ۳ر شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ بروز دوشنبہ پایۂ تکمیل کو پہنچی، جو ۳۶۰ر صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب میں حکیم الامت نے یہ ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جملہ زبان و بیان اور علوم و فنون پر کامل عبور ہے خواہ وہ کسی زمانے کی کیوں نہ ہو حتیٰ کہ جانوروں کی زبان سے بھی واقف ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فارسی زبان میں کلام فرمانا، یہودی عالم مالک بن سیف سے ان کی زبان سمجھتے ہوئے ہرنی آزاد کروانا اور اونٹوں کی فریادرسی پر ان کی دادرسی کرنا یہ تمام چیزیں حضور ﷺ کے علوم و فنون اور زبان و بیان پر مہارت تامہ کی روشن دلیل ہیں۔

درس القرآن: قیام گجرات کے زمانہ میں آپ بعد نماز فجر قرآن کا درس دیا کرتے تھے، یہ سلسلہ ۳۰ر سال کے طویل عرصہ میں ختم ہوا۔ اہل گجرات ان فیوض و برکات سے استفادہ کرتے رہے درس قرآن کے درمیان حکیم الامت آیتوں کی شان نزول، عالمانہ و صوفیانہ تفسیر اور آیت سے ثابت شدہ مسائل و فوائد بھی بیان کرتے۔

جب یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا تو حضرت سید الحاج محمد معصوم صاحب جیلانی قادری کے اصرار پر حکیم سردار علی صاحب نے درس قرآن کو قلم بند کیا۔ اور اس کو کتابی شکل دے کر اشاعت کے مراحل سے گزارا۔ یہ تصنیف اسی درس قرآن کا نتیجہ ہے جو گیارہ مختلف آیات مبارکہ کی روشنی میں درج ہے، یہ تصنیف ۲۱۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔

علم القرآن: حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف "علم القرآن" فیصلہ کن گہرائی پر مبنی ہے جو آپ کی تحقیقی وتدقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہے یہ تصنیف تین ابواب اور ۱۹۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلا باب قرآن کریم کی اصطلاحات سے متعلق ہے جس میں آیات قرآنیہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کون سالفظ کن کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ دوسرے باب میں قواعد قرآنیہ بیان کرکے ترجمۂ قرآن کرنے کا قاعدہ بتا گیا ہے۔ تیسرے باب میں مسائل قرآنیہ اور وہ مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں جو عہد حاضر میں اختلاف کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ مصنف کا محاکمہ صرف ان کے زمانے اور ماحول تک محدود نہیں بلکہ تمام ادوار وامصار کا احاطہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس تصنیف کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن فہمی کے لیے کس قدر فکری گہرائی تلاش وجستجو اور قوت اظہار در کار ہے۔(حالات زندگی، ص:۳۲۲)

رسالہ نور: یہ کتاب رسالہ نور ایک تحقیقی تصنیف ہے۔ جس میں مصنف نے برہان کی روشنی میں مسئلہ نور پیش کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجسم نور ہیں۔حضور کی نورانیت کا انکار دراصل قرآن اور احادیث مبارکہ کا انکار ہے۔

اس کتاب میں دو ابواب ہیں پہلے باب میں معترضین کے اعتراضات کا جواب خود ان ہی کے پیشواؤں کے کلام سے دیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں معترضین کے سوالوں کے جوابات ایسی نوعیت کے ہیں کہ خود ان کا سوال ایک جواب ہے۔ مصنف نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کے منکرین کے لیے نورانیت کا استدلال آیات قرآنی واحادیث نبویہ سے کیا ہے۔

اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے نور ہیں۔ اس کے متعلق مفتی صاحب دلائل کی روشنی میں لکھتے ہیں۔قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ آیت میں نور سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جیسے بغیر روشنی کے کتاب نہیں پڑھی جاسکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔(حالات زندگی، ص:۳۳۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک نظر: مفتی صاحب نے "امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک نظر" میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کے اہم گوشوں کو اجاگر کرتے ہوئے صحابہ کبار خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ان پر لگائے گئے

الزامات کی تردید کی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”میرے صحابہ کو برا نہ کہو تمھارا پہاڑ بھر سونا خیرات کرنا ان کے سوا سیر جو کے صدقے کے برابر نہیں ہو سکتا، نہ اس کے آدھے کے۔“ (مسلم و بخاری)

”تارے آسمان کے لیے امن ہیں اور میں صحابہ کے لیے امن ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن ہیں۔“ (رواہ مسلم)

اس کتاب کے مطالعہ سے مصنف کی محققانہ شان ابھر کر سامنے آتی ہے کہ آپ یقیناً ایک عظیم محقق اور علمائے متکلّمین میں سے ہیں۔ (حالات زندگی، ص:۳۳۸)

جاء الحق: یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے اس کا پہلا حصہ دیوبندی نظریات کی تردید کو شامل ہے اور دوسرے حصہ میں غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث کی تردید کی ہے۔ اور ان کے فقہ حنفی کے خلاف اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں دونوں حصوں کے صفحات کی تعداد ۶۸۰ / ہیں۔

اس کتاب کی خصوصیات یہ ہیں:

یہ کتاب تمام اختلافی مسائل کے جامع ہے، اس کا انداز تحریر نہایت آسان ہے، اس کتاب میں ہر مسئلہ پر جامع ومانع گفتگو کی گئی ہے، قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس شرعی سے مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے، قرآن کے ذریعے کیا ہوا اعتراض قرآن کے ذریعے حل کیا گیا ہے، حدیث کے ذریعے کیا ہوا اعتراض حدیث کے ذریعے حل کیا گیا ہے، قرآن کی آیات کے درمیان تعارض کو رفع کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ کی عزت وعظمت بھرپور انداز میں بتائی گئی ہے، دیوبندیوں کا عقیدہ امکان کذب کو باطل ثابت کیا گیا ہے، اس کتاب میں سخت الفاظی اور نامناسب رویہ سے اجتناب کیا گیا ہے، ہر مسئلہ کی شرعی حیثیت بتائی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اس کے متعلق اہلسنت کا موقف کیا ہے۔ (حیات حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملخصا، ص:۵۷۸۔۵۷۹)

حضرت حکیم الامت کی چند کرامات:

❖ حضرت محترم شفیع حلوائی اور محمد شریف ٹوپی والی سرکار کا بیان ہے کہ جن دنوں حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد حجا کل میں صبح کا درس دیا کرتے تھے تو اک دن موسم سرما میں اندر ہال میں

درس ہورہا تھا دروازے سب کھلے تھے دھوپ نکلی ہوئی تھی ہم میں سے بہت سے حضرات نے محسوس کیا اور بنظر خود دیکھا کہ باہر صحن مسجد میں بارش ہورہی ہے اور کچھ لوگوں نے یہ سرگوشی بھی کی کہ دیکھو دھوپ بھی نکلی ہے اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہورہی ہے ادھر تقریر درس کی لذت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک لفظ پر لوگ جھوم رہے تھے سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے بلند ہورہے تھے لیکن جب درس ختم ہوا لوگ باہر نکلے تو آنگن خشک اور آسمان پر بادل کا نام و نشان نہیں ہم میں سے بہت لوگ پھر حکیم الامت کی بارگاہ میں دوبارہ آئے اور جب آپ اشراق کے نوافل سے فارغ ہوئے ہم سب نے ماجرا بیان کیا تو حضرت نے فرمایا ہاں ہم نے بھی وہ نور کی بارش دیکھی تھی کیوں کہ ہماری نگاہیں اور چہرہ ہی اس طرف تھا۔ ہم نے اسی وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ آج آقائے کائنات ﷺ کی توجہ ہمارے درس کی طرف ہے آج کی تقریر کی لذت اسی وجہ سے تھی۔

❖ حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک قریبی دوست حکیم سردار علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے ایک شرارتی پڑوسی نے میری جھوٹی شکایت/کمپلین پولیس تھانے میں کردی۔ تھانے دار نے مجھے تھانہ میں حاضری دینے کے لیے بلایا میں بہت پریشان اور ڈر گیا تھا، فوراً حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا حضور مجھے پولیس نے بلایا ہے۔ پتہ نہیں وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرے، حضور آپ دعا فرمائیں۔

اس وقت حضرت تلاوت فرمارہے تھے تلاوت بند کرکے مجھ سے مسکرا کر فرمایا حکیم صاحب میری چھتری اپنے ساتھ لے جائیے انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا میں نے عرض کیا حضور نہ تو گرم دھوپ ہے نہ بارش ہے تو پھر چھتری کیوں لے جاؤں! مفتی صاحب نے فرمایا حکیم صاحب آپ لے جائیں تو صحیح۔

میں مفتی صاحب کے حکم کی بجاآوری کرتے ہوئے ایسے ہی بند چھتری لے گیا۔ جب میں تھانے دار کے پاس پہنچا تو تھانے دار کرسی سے اٹھ کر مجھ سے ملا اور کرسی پیش کی پھر پوچھا کہ باباجی کیوں تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا میرا نام حکیم سردار علی ہے وہ کہنے لگا میں نے تو آپ کو نہیں طلب کیا ہے، میں نے کہا میرا نام حکیم سردار علی ہے وہ کہنے لگا اچھا ہاں آپ کے پڑوسی فلاں شخص نے آپ کے خلاف شکایت درج کی تھی مگر ہم آپ سے کچھ پوچھ گچھ نہیں کریں گے، آپ تشریف لے جائیں۔

میں نے اللہ رب العزت کا شکریہ ادا کیا اور واپس چل پڑا تو پھر اس تھانے دار نے مجھ کو بلایا

اور چائے پلائی، بسکٹ کھلائے پھر اٹھ کر رخصت کیا میں بہت حیران ہوا کہ تھانے دار سے جان نہ پہچان مگر اس قدر عزت و احترام جب کہ تھانہ میں میرے خلاف شکایت درج کی گئی ہے آخر ماجرا کیا ہے۔ خیر میں سیدھے مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا چھتری واپس کی اور سارا واقعہ سنایا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ چھتری کا بوجھ زیادہ تو نہ لگا تب میں اصل راز سمجھا کہ میری ساری عزت افزائی حضرت کی چھتری کی کرامت تھی پھر مفتی صاحب نے فرمایا کہ حکیم صاحب دو رکعت نفل شکرانے کی پڑھ لیجیے گا۔

❖ سید نظام علی شاہ صاحب جو آپ کے معزز شاگردوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ سچی سرکار کے مزار پر حاضری کی غرض سے جا رہا تھا راستے میں ایک شیعہ رافضی کا مکان پڑتا تھا وہ مفتی صاحب کا مخالف اور سخت دشمن تھا اس کو مفتی صاحب کا روزانہ وہاں سے گزرنا ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ اس کے پاس چند خون خوار پالتو کتے تھے۔ ایک دن اسے کیا سوجھی کہ دونوں کتے کھلے چھوڑ دیے تھے جب ہمارا گزر وہاں سے ہوا تو اس نے ہمارے پیچھے دونوں کتوں کو دوڑا دیا۔ وہ دونوں کتے تیزی سے ہماری طرف دوڑے۔ میں بہت ڈر گیا کہ یہ کہیں ہم دونوں کو زخمی اور گھایل نہ کر دیں۔ اس لیے میں نے حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضور! اب کیا ہوگا آپ نے فرمایا خاموشی کے ساتھ آگے بڑھتے رہو۔

جب دونوں کتے ہم سے کافی قریب آگئے اور تقریباً پانچ گز کے فاصلے رہ گئے تو اچانک عجیب و غریب آواز نکالتے ہوئے اور چیختے چلاتے ہوئے ایک دائیں طرف بھاگا اور دوسرا بائیں طرف جیسے کسی نے سخت ضرب لگائی ہو۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ دونوں کتے اسی تکلیف سے مر گئے۔ میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کیا بات تھی تو آپ نے فرمایا کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور بچانے والے بھی ہمارے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرق باطلہ سے چند مناظرے:

آپ نے اسلام کی شان اور سربلندی کی خاطر بحیثیت مناظر بھی خدمت سر انجام دی، مختلف قسم کے بے دینوں اور منفی سوچ رکھنے والوں سے مناظرے اور مباحثے کیے، ہندو پنڈت،

دیوبندی اور وہابی ہر ایک کو شکست دی کیوں کہ آپ کا نظریہ اور مقصد مناظرہ یہ تھا کہ اسلام اور صاحب اسلام کی عظمت لوگوں کے دلوں میں اجاگر کی جائے، اسلام کا پرچم ہی سر بلند رہے اور مذہب اسلام باطل مذاہب پر غالب رہے۔ لہذا فتح یقینی تھی۔ حکیم الامت نے سات مناظرے کیے ساتوں میں آپ کو فتح حاصل ہوئی۔

پہلا مناظرہ: آپ کا پہلا مناظرہ پیلی بھیت کے ایک آریہ پنڈت راؤ برہم چاری سے پیلی بھیت میں ہوا۔

اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ پیلی بھیت میں اس پنڈت نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا جب کوئی مقابل نہ آیا تو پیلی بھیت کے مسلمان مرادآباد حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حالات کی نزاکت کا احساس دلایا۔

آپ نے مناظرے کے لیے حضرت مفتی احمد یار خان کا انتخاب فرمایا لوگوں نے عرض کیا حضرت معاملہ نازک ہے وہ پنڈت بوڑھا اور تجربہ کار مناظر ہے۔ آپ اس چھوٹے طالب علم کو نہ بھیجیں آپ خود ہی تشریف لے چلیں یہ سن کر صدر الافاضل نے فرمایا انشاء اللہ میرا منتخب آپ کو شرمندہ نہ کرے گا۔ خیر جب آپ مناظرہ گاہ میں پہنچے تو بوڑھے پنڈت نے مذاقاً کہا اس بچے کو میرے مقابل لاکر یہ ثابت کر دیا کہ تم میں نہ کوئی عالم ہے نہ کوئی ذی عقل یہ چھوٹا سا طالب علم مجھ سے کیا مقابلہ کرے گا بجز شکست کھانے اور تم لوگوں کو رسوا کرنے کے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت ہی ابابیل سے فیل مرواتا ہے پھر کچھ اور باتیں ہوئیں بہر حال مناظرہ ہوا تو بحمدہ تعالیٰ ایک گھنٹے کے اندر اندر پنڈت مناظر شکست تسلیم کر لیا اور لاجواب ہو کر فرار ہونے لگا۔ مسلمانوں نے پکڑ لیا کہ حسب وعدہ شکست مانو اور تحریر دو۔ اس سے شکست کی تحریر لی گئی جو آج تک مرادآباد میں محفوظ ہے اس جیت سے تقریباً تیرہ کافر مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی جلسے ہوئے مرادآباد تک جلوس نکالے گئے۔ رسالوں اخباروں میں خبریں چھپیں، یہاں تک کہ دیوبندی حضرات نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ یہ ہمارے مدرسے کا طالب علم ہے۔

دوسرا مناظرہ: امرتسر میں ایک غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ہوا اس مناظرے کے صدر شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی تھے اس میں مد مقابل مناظر غیر مقلد کو شکست فاش

ہوئی، جس کی تحریر لے لی گئی۔

تیسرا مناظرہ: ایک مرزائی خادم چیمہ وکیل سے ہوا اس مناظرے کو دیکھ کر بہت سے مسلمان جوش عقیدت میں آکر آپ سے بیعت ہو گئے، اس سے شکست کی تحریر لے لی گئی جو غالبًا لالہ فضل ریگانوالہ کے پاس تھی۔ اس مناظرے سے مسلمانوں کے سر بلند اور چہرے خوشی سے لہلہا اٹھے۔ تاریخ گجرات میں یہ مسلمانوں کی عظیم فتح تھی۔

چوتھا مناظرہ: صوفی عبدالرحمٰن دیوبندی مناظر سے ہوا ان کا بھی شکست ہوئی اور انھوں نے دیوبندیت سے توبہ کر کے تحریری طور پر سنی عقیدہ اختیار کر لیا اور تقریبًا تین سال تک اس پر قائم رہے پھر منحرف ہو گئے مگر شرمندگی سے تا عمر سر نہ اٹھا سکے۔

پانچواں مناظرہ: صوفی عبدالرحمٰن کے مشہور شاگرد عنایت اللہ شاہ بخاری دیوبندی خطیب کالری دروازہ (گجرات) سے لالہ فضل ریگانوالہ کے مکان پر صبح سے شام تک ہوا۔ اس میں بھی دیوبندی مناظر عنایت اللہ بخاری کو زبردست شکست ہوئی اور انھوں نے تحریرًا دیوبندی عقائد کو غلط اور اہل سنت بریلوی عقائد کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے سنی ہونے اور دیوبندیت سے تائب ہونے کا اقرار کیا۔ سنیوں کی یہ فتح عظیم تھی۔ اس تحریر کا اشتہار بعنوان مناظرہ ’’جھگڑے کا خاتمہ ہوا‘‘ شائع کیا گیا۔ اور شاہ صاحب کو ایک سنی عالم و خطیب کا لقب دیا گیا۔ تقریبًا پندرہ سال تک شاہ صاحب سنی بریلوی عقیدے پر قائم رہے پھر کسی کے ورغلانے سے منحرف ہو گئے اور کہتے پھرتے کہ میں اس وقت کم علم تھا اس لیے شکست کھا گیا۔

چھٹا مناظرہ: دیوبندی عالم مولوی غلام خان صاحب سے ضلع چکوال کے کسی علاقہ میں ہوا۔ اس میں بھی دیوبندی عالم غلام خان کو شکست فاش ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت کو فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔

ساتواں مناظرہ: سیالکوٹ میں ہوا تھا، اس میں مخالف مناظر ایک شیعہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی حکیم الامت کو فتح نصیب فرمائی، اس وقت کے رواج کے مطابق ہارنے والے سے اس کی ہار کا رقعہ لکھوایا گیا تھا۔ (سوانح عمری، ص:۲۰، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

شاعری:

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاعری میں بھی اپنے مرشد محترم سید صدر الافاضل مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ نے اس طرف کم توجہ دی اور اپنا زیادہ وقت تدریس اور تصنیف و تالیف میں صرف کیا پھر بھی حمد خدا، نعت رسول اور شان صحابہ میں اشعار کہے اور اپنا تخلص سالکؔ اپنایا۔ آپ کے اشعار کا مجموعہ "دیوان سالک" کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ آپ کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اپنی شاعری میں حمد خدا، عشق رسول، عشق صحابہ، مناقب اولیا، اصلاح المسلمین، پند و نصیحت اور دعوت و تبلیغ کا پہلو اختیار فرمایا۔ مثلاً ایک شعر میں کہتے ہیں ۔

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے ۔۔۔ ان سے پھرے جہاں پھر آ آئی کمی وقار میں

اس شعر میں امت کی زبوں حالی، قوم مسلم کی پریشانی، مسلمان حکومتوں کی بدنامی اور ناکامی کی وجہ اور اس کا علاج بتایا جارہا ہے اور سابقہ دور صحابہ و سلاطین صالحین کی حیات طیبہ کا نقشہ کھینچا جارہا ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی حکومتیں بہت ہیں مگر اسلامی حکومت ایک بھی نہیں۔ اسلامی حکومت کا تقاضا و نشان یہ ہے کہ صداقت، حکومت، عبادت اور عادت سب پر مصطفی کی غلامی کا نقشہ ولباس ہو۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اپنے مختصر کلام میں بڑے بڑے اختلافی مسئلے حل فرمادیتے۔ مثلاً ایک نظم میں امام عالی مقام سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

استقامت پر فدا میں تیری اے دست حسین ۔۔۔ نہ گیا ہاتھ میں بے دین کے بیعت کے لیے

اس دوگانے پہ فدا ساری نمازیں جس میں ۔۔۔ دھار حلقوم پہ سرخم ہو عبادت کے لیے

کھل گیا اس سے اگر حق پہ نہ ہوتے اصحاب ۔۔۔ دست حسین نہ بڑھتا کبھی بیعت کے لیے

یعنی میدان کربلا کی شہادت عظمی اور عظیم قربانی نے یہاں پہ یہ ثابت کیا کہ یزید پلید فاسق و فاجر اور غلط کار تھا۔ وہاں یہ بھی ثابت کردیا کہ صدیق و فاروق اور عثمان غنی حق پر تھے اور یہ بھی ثابت کردیا کہ تقیہ حرام ہے۔ اگر تقیہ کرنا جائز ہوتا تو کربلا میں امام عالی مقام تقیہ کرکے جان بچالیتے اور یزید کی جھوٹی بیعت کرلیتے۔ غرض یہ کہ ان اشعار نے ایک بہت بڑے شیعہ سنی اختلافی مسئلے اور عقیدے کو عقلی فکری طریقے پر حل کردیا۔ شیعوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے جب کہ

شیعہ لوگ حسن و حسین کو معصوم مانتے ہیں اور معصوم شخص غلطی کر سکتا ہی نہیں۔

امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ کی بھی بیعت کر لی تھی مگر یزید کی نہ کی۔

اور ایک جگہ غیر مقلدین کو جواب دیتے ہوئے امام اعظم کے قصیدے میں فرماتے ہیں۔

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک

بخاری و مسلم ابن ماجہ، امام اعظم ابو حنیفہ

یعنی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجتہدین اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید شرک ہے۔ آپ مدلل جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تقلید شرک ہوتی تو تمام محدثین مشرک ہوتے کیوں کہ ہر محدث ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی مجتہد امام کا مقلد ہیں۔ اور مشرک سے روایت بھی غیر معتبر ہو جاتی ہیں۔ حالاں کہ تمام غیر مقلدین انھیں محدثین کی کتابیں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور اسی کو اپنی دلیل پکڑتے ہیں لہذا ثابت ہوا کہ تقلید شرک نہیں۔ شرک کہنے والے نادان اور کم عقل ہیں۔

قصیدہ ولادت میں جشن میلاد منانے کا ابدی فائدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول

سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

یعنی بہت سے وہ لوگ جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تو خوشی مناتے ہیں مگر عید میلاد کے منکر ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ عید میلاد پر تو ہزاروں عیدیں قربان ہو سکتی ہیں کیوں کہ اگر عید میلاد نہ ہوتی تو عالم میں کوئی بھی عید نہ ہوتی۔ عید میلاد کو پوری مخلوق مانتی ہیں، البتہ ابلیس اس کا منکر ہے۔

ایک نعت میں ارشاد ہے۔

آقاؤں کے آقا سے بندوں کو ہو کیا نسبت　　احمق ہے جو کہتا ہے آقا کو بڑا بھائی

اس شعر میں وہابیت کے ایک بڑے خبیثانہ عقیدے کا رد ہے یعنی عقل و فطرت کے خلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنا بھائی کہا جائے۔

ایک شعر میں آپ غوث پاک کا حسنی اور ولی اللہ ہونا اس طرح ثابت فرماتے ہیں۔

علی کے لاڈلے نور نگاہ حضرت زہرہ　　رسول اللہ کے جانی محی الدین جیلانی

یعنی حضور غوث پاک عبد القادر جیلانی بغدادی مولیٰ علی شیر خدا کے لاڈلے اور خاتون

جنت فاطمہ زہرہ کے نور نظر ہیں اور آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کے محبوب ہیں۔

قصیدہ نعیمیہ میں اپنے استاذ محترم حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کی اس طرح شان بیان فرماتے ہیں۔

کیوں نہ ہوں تم پر تصدق اہلِ دل اہلِ نظر　　جانشینِ مرتضیٰ ہو نورِ چشمِ مصطفیٰ

یعنی حضرت مرشد مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عالم دین ہیں اسی لیے مولیٰ علی کے جانشین ہوئے اور سید بھی ہیں اس لیے نبی کریم ﷺ کے نور چشم فرزند ہوئے۔

ایک نظمیہ دعامیں اس طرح ایک شعر ہے۔

خزانے سے رب کے جو چاہو سولو　　نبی کی غلامی مگر چاہیے؟

اس شعر میں آپ نے "وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" کی مختصر تفسیر فرماتے ہوئے وسیلہ کا ذکر فرمایا۔(سوانح عمری، ص:۴۵، مطبوعہ نعیمیہ کتب خانہ گجرات پاکستان)

غرض کہ آپ کے ہر ہر شعر میں کوئی نہ کوئی علم وعمل پند ونصیحت کا پہلو نکلتا ہے۔

وصال:

وہ زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہوکر لاہور اسپتال میں داخل ہوئے۔۳؍ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز اتوار بعد نماز ظہر گجرات پاکستان میں ۷۷؍ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور موت کے آغوش میں سو گئے جہاں انھوں نے برسہا برس درسِ قرآن و حدیث دیا اسی کمرے میں ان کی آرام گاہ بنی جو مرجع خلائق ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مفارقت سے تمام اسلامی ممالک میں غم کی لہر دوڑ گئی بلکہ عالم اسلام کی عظیم ہستی کی رحلت سے خلا پیدا ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو جن کمالات وفضائل، ذہن وعقل، فہم وفراست اور علمی وعملی اوصاف وخصائل سے نوازا تھا، آپ نے ان کے استعمال میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی قبر پر رحمت و نور کی بارش برسائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ.

******

مدرسہ قادریہ شمس العلوم

چچڑا، ضلع مدناپور (ویسٹ بنگال)

یہ ادارہ مغربی بنگال کے ضلع مدناپور کے قلب میں واقع ہے، اور کئی سالوں سے علم دین کی ترویج واشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔ اس ادارہ میں حفظ وقراءت کے ساتھ ساتھ درس نظامیہ کی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔

منصوبہ جات:

☆ حفظ بالحدر ☆ شعبۂ قراءت بروایت حفص ☆ اعدادیہ سے رابعہ تک کی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نصاب کے مطابق ☆ شعبۂ کمپیوٹر وعصری تعلیم ☆ طلبہ وعوام کے افادہ کے لیے لائبریری کا قیام ☆ بچوں کی رہائش کا معقول انتظام۔

اہلِ خیر حضرات سے گزارش ہے کہ اس ادارہ کو اپنے خاص تعاون سے نواز کر عنداللہ ماجور ہوں۔

العارض

(مولانا) محمد اشتیاق احمد مصباحی

خادم: مدرسہ قادریہ شمس العلوم

رابطہ کا نمبر: 08513840265-08670683513

Dsgn. By Payami

Do Azeem Skhakhsiyaten

By - Muhammad Asrarul Haque Misbahi

Majlis-e-Ashab-e-Qalam

NooriMasjid, 1/7-B, TiljalaRoad, Kolkata-46